قرآنِ مُبین

(19) ۱۹

آسان ترین، واضح اردو ترجمہ

از

ڈاکٹر محمد حسَن

بی۔اے آنرز، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

www.drhasanrizvi.org

باسمہ تعالیٰ

"قرآنِ مبین"

(مترجم وشارح)

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

بی۔اے آنرز۔ ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی

"شہادۃ العلامۃ معادلۃ دکتورا" من علماء الازہر

مترجم اصولِ کافی در انگریزی مطبوعہ ایران وپاکستان

ڈپٹی ڈائریکٹر: اسلامک ریسرچ سنٹر، شاہراہ پاکستان - پروفیسر: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔

ڈائریکٹر تصنیف وتالیف: ـــــ 'میزان فاؤنڈیشن' ـــــ 'امام حسینؑ فاؤنڈیشن'

ـــــ (خصوصیاتِ ترجمہ وشرح) ـــــ

① ـــــ آسان ترین واضح اردو ترجمہ۔ روزمرّہ کی بول چال کی زبان میں۔

② ـــــ بڑے بڑے جلی حروف میں، نہایت خوبصورت واضح کتابت۔

③ ـــــ ترجمہ اور شرح دونوں محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ارشادات کے عین مطابق۔

④ ـــــ احادیث رسولؐ وائمہؑ معصومین کے مکمّل حوالوں کے ساتھ۔

⑤ ـــــ ترجمہ میں معنیٰ اور مفہوم کے تسلسل اور ربط کو برقرار رکھا گیا ہے۔

⑥ ـــــ ترجمہ میں مطلب بندی (پیراگرافنگ) کی گئی ہے تاکہ مفاہیم ومطالب کے سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن پیدا نہ ہو۔

⑦ ـــــ شرح میں آیات کی مرکزی تعلیمات اور منطقی نتائج سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے تاکہ قرآن پر غور وفکر کرنے کی صلاحیتیں بیدار ہوسکیں۔

⑧ ـــــ شرح میں کسی مسلک کے مسلمان یا غیر مسلمان کی دل آزاری نہیں کی گئی ہے صرف حقائق کو دلائل، حوالوں اور احادیث کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ ترجمہ اور شرح تبلیغ کے لئے بے حد مفید ہوگا۔ (انشاءاللہ)

⑨ ـــــ صرف ضروری تشریحات کی گئی ہیں۔ غیر ضروری الجھاؤ اور پھیلاؤ سے گریز کیا گیا ہے تاکہ عام آدمی کی توجہ قرآن کی مرکزی تعلیمات پر مرکوز رہے اور تفسیر، مناظرہ نہ بن جائے۔

⑩ ـــــ تمام اہم جدید وقدیم، تمام مذاہب کے مفسّرین سے مفید مطلب استفادہ کیا گیا ہے تاکہ مختلف فقہاء، عرفاء اور مفسّرین کی کاوشوں کا بھی علم ہوسکے۔

www.drhasanrizvi.org

اشاریہ پارہ نمبر ۱۹ "وَقَالَ الَّذِيْنَ"

بقیہ سورۂ الفرقان

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	منکرینِ حق کا تکبر اور اس کا انجام اور اُن کا روزِ قیامت پچھتانا	۱۲۸۵
۲	پورا قرآن ایک ساتھ کیوں نہ اُتارا گیا؟	۱۲۸۸
۳	نوحؑ کی قوم، فرعونیوں، عاد و ثمود، رس والوں اور قومِ لوطؑ کی غلطیاں اور اُن کی اصل غلطی آخرت سے انکار تھا	۱۲۹۰
۴	اپنی خواہشات کو مقصدِ زندگی بنا لینے کا انجام	۱۲۹۳
۵	سایہ، رات اور برساتی ہواؤں کا عقل والوں کے لیے خدا کی قدرت و حکمت کی دلیل ہونا	۱۲۹۴
۶	خاندانی اور سسرالی رشتوں میں خدا کی قدرت او حکمت	۱۲۹۷
۷	نبیؐ کا اصل کام اور نبیؐ کو خدا پر بھروسہ رکھنے کا حکم	۱۲۹۸
۸	معرفتِ خداوندی	۱۳۰۹، ۱۲۹۹
۹	خدائے رحمان کے حقیقی بندوں کی اعلیٰ صفات	۱۳۰۰
۱۰	توبہ کے نتائج	۱۳۰۳
۱۱	زُور کے معنی، ہر قسم کا جھوٹ اور گانا بجانا	۱۳۰۴
۱۲	خدائے رحمان کے خاص بندوں کی دعا	۱۳۰۵

سورہ الشعراء (شاعروں کے ذکر والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	خدا کو جبری ایمان منظور نہیں۔ انسان فاعلِ مختار ہے	۱۳۰۸
۲	معرفت و قدرتِ خداوندی اور خدا کا موسیٰؑ سے مکالمہ	۱۳۰۹
۳	فرعون اور موسیٰؑ کا مکالمہ اور قصہ	۱۳۱۱

www.drhasanrizvi.org

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱۳۱۷	موسیٰؑ پر ایمان لانے کا طریقۂ کار	۴
۱۳۲۱	حضرت ابراہیمؑ کا توحید پر استدلال اور اُن کی دعائیں	۵
۱۳۲۴	شرک کا بدترین انجام	۶
۱۳۲۶	نوحؑ کی قوم کا تکبّر اور ظلم	۷
۱۳۲۸	قومِ عاد کا ظلم یا حضرت ہودؑ کا قصّہ اور اُن کی فضول کی یادگاریں	۸
۱۳۳۱	قومِ ثمود یا حضرت صالحؑ کا ذکر اور خدا کی نعمتیں	۹
۱۳۳۳	ناقۂ صالحؑ کا قِصّہ	۱۰
۱۳۳۴	قومِ لوطؑ کی بدکاریاں اور اُن کا انجام	۱۱
۱۳۳۶	'ایکہ' کے رہنے والوں کی کاروباری بے ایمانی اور اُس کا انجام	۱۲
۱۳۳۹	قرآن کی خصوصیات	۱۳
۱۳۴۲	قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم	۱۴
۱۳۴۳	مومنین کے احترام کا حکم	۱۵
۱۳۴۴	شیطان کس پر اُترتے ہیں؟ شاعروں کی بے راہ روی اور استثنار	۱۶

سورہ النمل (چیونٹیوں کے ذکر والا سورہ)

۱۳۴۶	دُنیا کی زندگی کا اصل دھوکہ	۱
۱۳۴۷	حضرت موسیٰؑ کا خدا سے کلام اور موسیٰؑ و فرعون کا قصّہ	۲
۱۳۵۰	داؤدؑ و سلیمانؑ کا ذکر اور سلیمانؑ کا چیونٹیوں کی وادی میں گزر	۳
۱۳۵۲	ہُدہُد اور ملکۂ بلقیس کا قِصّہ	۴
۱۳۵۷	علمِ کتاب کی طاقت	۵
۱۳۵۸	خدا کی نعمتوں کے ملنے کا اصل مقصد	۶
۱۳۶۱	قومِ صالحؑ یا قومِ ثمود کے حالات	۷
۱۳۶۳	قومِ لوطؑ کی بدکاریاں	۸

www.drhasanrizvi.org

اور جو لوگ ہم سے ملنے کی کوئی اُمّید یا خوف نہیں رکھتے، وہ کہتے ہیں: "کیوں نہ ہم پر فرشتے اُتارے گئے؟ یا پھر ہم اَپنے پالنے والے مالک ہی کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے۔" حقیقتاً اُنھوں نے اَپنے دِل میں خود کو بہت بڑی چیز سمجھ رکھا ہے (اِسی لئے) وہ اَپنی سرکشی میں حَد سے گزر گئے[1] (۲۱) اَب جس دن وہ فرشتوں کو اَپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو اُس دن اُن مجرموں کے لئے کوئی خوشی کی خبر نہ ہوگی[2] وہ چیخ اُٹھیں گے: "خدا کی پناہ! یہ تو مکمّل محرومی ہی محرومی اور ناکامی ہی ناکامی رہی" (یا) وہ کہیں گے۔ "(کاش ہمارے اور اِن عذاب کے فرشتوں کے درمیان) کوئی رکاوٹ ہو جاتی" (۲۲) پھر جب ہم اُن کے اعمال کی طرف توجّہ کریں گے تو جو کچھ بھی اُن کا کیا

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا (۲۱)

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۲۲)

---

[1] کافروں کا یہ کہنا کہ "فرشتے کیوں نہ اُترے؟ اپنے خدا کو اپنی آنکھوں سے ہم نے کیوں نہ دیکھا؟" یہ سوالات اُن کی اِس ذہنیت کو بتا رہے ہیں کہ وہ اپنے جیسے ایک انسان کے سامنے سر جھکانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اِس ذہنیت کی قرآن نے پردہ کشائی اِن الفاظ میں فرمائی ہے کہ "انہوں نے اپنے دل میں خود کو کوئی بڑی چیز سمجھ رکھا ہے" گویا قرآن نے اُن کی اصل خرابی تکبّر کو قرار دیا ہے جو اُن کی سرکشی کا اصل سبب ہے (تھانوی)۔

***

[2] یہ قیامت کے دن کا حوالہ ہے مگر یہاں فرشتوں کے دیکھنے کا ذکر ہے۔ خدا کے دیکھنے کا ذکر نہیں۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ قیامت میں خدا کو دیکھنے کا تصور غلط ہے۔ اگر یہ تصور صحیح ہوتا تو یہاں خدا کے دیکھنے کی بات کی جاتی (فصل الخطاب)۔

مگر کافروں کو قیامت کے دن فرشتوں کا دیکھنا بہت مہنگا پڑے گا کیونکہ فرشتے اُن کو اُن کی بداعمالیوں کی خوب خوب سزائیں دیں گے اور کہیں گے کہ آج تمہارے لئے کسی قسم کی خوشی، سکون یا آرام نام کی ہر چیز حرام ہے (تبیان) ***

www.drhasanrizvi.org

وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَٰهُ هَبَآءً
مَّنثُورًا ﴿٢٣﴾
أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ
مَقِيلًا ﴿٢٤﴾
وَيَوْمَ تَشَقَّقُ ٱلسَّمَآءُ بِٱلْغَمَٰمِ وَنُزِّلَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ
تَنزِيلًا ﴿٢٥﴾
ٱلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ ٱلْحَقُّ لِلرَّحْمَٰنِ ۚ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى
ٱلْكَٰفِرِينَ عَسِيرًا ﴿٢٦﴾

دَھرا ہوگا، ہم اُس کو بالکل بے حقیقت گرد و غُبار
بنا کر اُڑا دیں گے ﴿۲۳﴾ اُس دن جنّت والے تو بہت
ہی اچھی ٹھہرنے اور عیش و آرام کرنے کی جگہ
پائیں گے (یا) اُس دِن جنّت والے بہت ہی اَچھے
رہیں گے، اَپنے ٹھہرنے کی جگہ کے لحاظ سے بھی،
اور اَپنے اِنتہائی آرام اور راحت سے رہنے کی
جگہ کے لحاظ سے بھی[1] ﴿۲۴﴾ جس دن بادل کے ساتھ
ساتھ آسمان بھی پھَٹ جائے گا، اور فرشتوں کے
پَرے کے پَرے اُتار دئے جائیں گے ﴿۲۵﴾ اُس دِن
حقیقی حکومت اور بادشاہت صرف خدائے رحمان
کی ہوگی اور وہ دِن حق کے مُنکروں کے لئے
بڑا ہی سخت ہوگا[2] ﴿۲۶﴾ اُس دِن (ہَر) ظالم اَپنے
ہاتھوں کو اَپنے دانتوں سے بُری طرح کاٹتا ہوگا[3]،

[1] "مقیل" اُس مکان کو کہتے ہیں جس میں آرام یا قیلولے کے لئے جایا جائے حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ "پھر نکیرین مومن کے لئے اُس کی قبر میں جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیں گے۔ پھر اُس مومن سے کہیں گے "اب نوجوانی کی گہری نیند سو آرام اور راحت کے ساتھ" ۔ پھر آپ نے اِس آیت کی تلاوت فرمائی (الکافی)

***

[2] یہ آیت اُس وقت کا حال بتا رہی ہے کہ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ جس کے نتیجے میں زمین آسمان از سر نو درست ہو جائیں گے۔ خدا کی ایک خاص تجلی ظاہر ہوگی، جو حساب کتاب لینے کے لئے ہوگی، ہر طرف ملائکہ اتر رہے ہوں گے اور ظاہری طور پر بھی حکومت اور اقتدار صرف خدا کا ہوگا۔

***

[3] ہاتھوں کا کاٹنا انتہائی حسرت اور ناکامی کے احساس سے ہوگا۔ (کشاف، بیضاوی)

***

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ
مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾
يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾
لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ
الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾
وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا
الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

اور کہتا ہوگا: "کاش میں نے رسولؐ کا ساتھ دیا ہوتا (یا) کاش میں رسولؐ کے ساتھ راہ پر لگ لیتا ﴿۲۷﴾ ہائے میری کم بختی۔ کاش میں نے 'فلاں شخص' کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا[۱] ﴿۲۸﴾ اُسی (کم بخت) نے مجھے (خدا اور رسولؐ کی) نصیحت کے ماننے سے بہکا دیا۔ (یا) اُسی کے بہکائے میں آکر میں نے (خدا ورسولؐ کی) نصیحت نہ مانی، حالانکہ وہ تو خود میرے پاس آئی تھی۔ (واقعاً) شیطان بڑی بے وفائی کرکے اِنسان کو بالکل بے سہارا چھوڑ دینے والا ہے" ﴿۲۹﴾ اور (اُس وقت) رسولؐ فرمائیں گے: "اَے میرے پالنے والے مالک! میری اُمّت نے تو اِس قرآن کو بالکل ہی چھوڑ کر (ایک طرف) رکھ دیا تھا" ﴿۳۰﴾

---

[۱] آیت کے آخری لفظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ "فلاں شخص" سے مراد شیطان ہے مگر سوال یہ ہے کہ خدا نے پہلے ہی "فلاں شخص" کے بجائے شیطان ہی کیوں نہ فرمایا؟ محققین نے نیتجہ نکالا کہ "فلاں شخص" سے شیطان بھی مراد ہے اور ہر وہ شخص بھی مراد ہے جس نے کسی کو حق کے قبول کرنے سے روکا ہو۔ ظاہر ہے کہ اِس لفظ کا اولین مصداق وہ شخص ہوگا جس نے پہلے ہی دن لوگوں کو ہدایت سے روک دیا ہو کہ جب رسول اللہؐ نے کاغذ قلم مانگا تھا اور فرمایا تھا کہ "میرے پاس دوات قلم لاؤ تاکہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں تاکہ تم کبھی گمراہ نہ ہو" تو فلاں شخص نے حضورِ اکرمؐ کو وہ تحریر نہ لکھنے دی اور کہہ دیا کہ ہمارے لئے کتاب کافی ہے" (صحیح بخاری - صحیح مسلم)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "وہ شخص جس نے رسولِ خداؐ کو ایسی تحریر لکھنے سے روک دیا تھا جس کے لئے حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ "تم کبھی گمراہ نہ ہو گے" وہ شخص قیامت تک کی تمام گمراہیوں کا ذمہ دار ہے" (ملخص از فصل الخطاب)۔

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

غرض اِس طرح سے ہم نے ہر نبیؑ کے لیۓ (اُس زمانے کے) کچھ مجرموں کو دشمن قرار دیا۔[1] اور آپؐ کے لیۓ آپؐ کا پالنے والا مالک ہی آپؐ کی رہنمائی اور مدد کے لیۓ بہت کافی ہے (۳۱)

اور حق کے مُنکرین کہتے ہیں کہ: "آخر پُورے کا پُورا قرآن ایک ساتھ کیوں نہ اُتار دیا گیا؟" ہاں' اَیسا اِس لیۓ (نہ) کیا گیا تاکہ ہم اِس کے ذریعہ آپؐ کے دِل کو مضبُوط کریں (یا) اُس کو اَچھّی طرح آپؐ کے ذہن نشین کرتے رہیں اور (اِسی لیۓ) ہم نے اِسے پُوری طرح ٹھہر ٹھہر کر سُنایا (یا) اِسے ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اَجزاء کی شکل دی (۳۲) (اور یہ اس لیۓ بھی کیا تاکہ) جب کبھی بھی وہ آپؐ کے سامنے کوئ نرالی سی بات

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا (۳۱)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (۳۲)

---

[1] مطلب یہ ہے کہ حق دشمن لوگ ہر زمانے میں اپنے پیغمبر کے دشمن رہے ہیں اِس لیۓ آپ بھی اپنے دشمنوں کی دشمنی پر غم نہ کیجیۓ' اس آیت کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ خدا نے جبراً کسی کو نبی کا دشمن بنا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ معاشرے میں ہمیشہ ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں جو خدا اور اُس کے رسولؐ سے دشمنی کرتے ہیں۔ (تبیان)۔

علامہ طبرسی نے اِس کی تشریح یوں کی کہ خدا نے رسولوں کو بھیجا اُنہوں نے ہدایت کا کام کیا اور قوم کو برائیوں سے روکنا شروع کیا۔ قوم بدکاریوں کی عادی تھی۔ بت پرستی کی وجہ سے بتوں سے محبت کرتی تھی جس طرح آج وڈیروں اور ظالم حاکموں کے ساتھی اُن کی مذمت پر دشمنی پر اتر آتے ہیں اِسی طرح قوم اور خاص طور پر سردار اور دولت مند لوگ انبیاءؑ کے دشمن ہو گئے۔ کیونکہ اُن کی دشمنی کا اصل سبب خدا کے احکامات تھے اِس لیۓ خدا نے یہ فرمایا کہ "ہم نے ہر رسول کا بہت سے لوگوں کو دشمن بنا دیا" (مجمع البیان)۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴿۳۳﴾

الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿۳۴﴾ ع

(یا عجیب و غریب سوال) لے لے کر آئیں، تو اُس کا بالکل ٹھیک اور برَوقت جواب ہم تمھیں دیتے رہیں۔ اور بہترین طریقے سے زیادہ تشریح کر کر کے اُس حقیقت کو بالکل کھول دیں[۱] ﴿۳۳﴾

غرض جو لوگ جہنّم کی طرف مُنہ کے بَل دھکیلے جانے کے لئے جمع کئے جائیں گے[۲]، وہ وہی لوگ ہوں گے جن کا موقف بھی بہت ہی بُرا ہے، اور جن کا راستہ بھی حَد درجہ غلط ہے (یا) جو عمل کے لحاظ سے بھی بدترین ہیں، اور کہیں زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں گمُراہ ترین اور بَدترین راستہ اختیار کرنے کے لحاظ سے (مطلب یہ ہے کہ جہنّم میں کسی کو بھی بغیر اِتمامِ حُجّت کے نہیں دھکیل دیا جائے گا۔ یہ آیت خدا کے عدل کی واضح دلیل ہے) ﴿۳۴﴾

۳ع ۱

۱ پھر آہستہ آہستہ رک رک کر وحی کے آنے کی دوسری مصلحت یہ بتائی کہ حسبِ موقع اعتراضات کا جواب مل سکے اور حالات کے تحت تعلیم و تربیت کا کام ہو سکے۔ اور بتدریج ذہنی ارتقاء کے ساتھ بلند و بالا مطالب سمجھائے جا سکیں۔ (تبیان)۔

***

۲ رسولِ خداؐ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن کافر اپنے چہروں کے بل کیوں کر لائے جائیں گے، حضورِ اکرمؐ نے فرمایا "جو خدا اِس بات پر قادر ہے کہ اُنھیں پاؤں کے بل چلاتا ہے، وہی خدا اِس بات پر بھی قادر ہے کہ اُنھیں اُن کے چہروں کے بل چلائے" (تفسیر صافی صفحہ ۳۸۵ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)۔

حضورؐ نے فرمایا کہ "وہ لوگ منھ کے بل چل رہے ہوں گے"۔ (مجمع البیان و بخاری شریف)

***

www.drhasanrizvi.org

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا
کی ۔ اور اُن کے ساتھ اُن کے بھائی ہارونؑ کو
اُن کا وزیر (یعنی) مددگار اور شریکِ کار بنایا[۱] ﴿۳۵﴾
پھر اُن سے کہا: "تم دونوں اُس قوم کی طرف جاؤ
جس نے ہماری باتوں، دلیلوں، نشانیوں اور
آیتوں[۲] کو جھٹلا دیا ہے ۔ اِس کے بعد ہم نے اُن
(حق کے جھٹلا دینے والے) لوگوں کو تہس نہس کر
کے بالکل تباہ و برباد کرڈالا ﴿۳۶﴾ (یہی حال)
نوحؑ کی قوم والوں کا بھی ہوا، کہ جب اُنھوں
نے پیغمبروںؑ کو جھٹلایا[۳]، تو ہم نے اُنھیں ڈبو ڈالا۔
اور اِس طرح ہم نے اُنھیں دُنیا بھر کے لوگوں
کے لئے ایک سبق یا نشانِ (عبرت) بنا دیا۔ اور ہم
نے (ایسے) ظالموں کے لئے ایک بہت سخت تکلیف

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ
هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾
فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ
تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾
وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ
لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾

---

[۱] محققین نے نتیجہ نکالا کہ نبی کا وزیر یا خلیفہ صرف خدا ہی مقرر فرما سکتا ہے ۔ دونوں سے یا شوریٰ سے نبی کے وزیر کا تقرر قرآن کے خلاف ہے، اور یہ بھی نتیجہ نکالا کہ نبی کا وزیر اس کی زندگی میں بھی ہو سکتا ہے ۔ حضورِ اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی وزارت کا اعلان اول دن دعوت ذوالعشیرہ میں فرمایا (متفق علیہ) اور حضورِ اکرمؐ نے فرمایا "اے علیؑ تمہاری منزلت میرے نزدیک بالکل وہی ہے جو ہارونؑ کی منزلت موسیٰؑ کے نزدیک تھی" (بخاری شریف)۔

***

[۲] یہاں آیتوں سے مراد دلائلِ عقلیہ اور دلائلِ توحید ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ آیتوں سے مطلب احکامِ شریعت بھی ہوں اور معجزات بھی۔

***

[۳] نوحؑ کی قوم نے براہ راست تو صرف حضرت نوحؑ کی تکذیب کی تھی۔ مگر چونکہ تمام پیغمبروں کا پیغام بنیادی اعتبار سے تو ایک ہی ہوتا ہے اِس لئے ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاءؑ کی تکذیب ہوتی ہے (تبیان)۔

***

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ
كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾
وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾
وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ
اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ
نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

دینے والی سزا بالکل تیار کر رکھی ہے ﴿۳۷﴾ (اِسی طرح) ”عاد“ و ”ثمود“ (کی قومیں) اور ”رسّ والے“ (یعنی) ”کنویں والے“ اور اُن کے بیچ کی بہت سی نسلوں اور صدیوں کے بہت سے لوگ بھی تباہ و برباد ہوئے ﴿۳۸﴾ اُن میں سے ہر ایک کو (پہلے) ہم نے مِثالیں دے دے کر خوب سمجھایا۔ مگر آخر کار (اُن کے نہ سوچنے اور نہ غور کرنے پر) ہم نے ہر ایک کو پُوری پُوری طرح غارت کر کے تہس نہس کر ڈالا ﴿۳۹﴾ اور اُس بستی پر سے تو یہ لوگ (خود) گزُر چکے ہیں جس پر بُری طرح کا مینہ برسایا گیا تھا۔ تو کیا وہ اُسے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے تھے؟ بلکہ (بات دراصل یہ ہے کہ) وہ مَوت کے بعد آخرت کی دُوسری زندگی

ﻟﻪ ”رس“ کے معنی کنویں کے ہیں (شاہ رفیع الدین) اِن لوگوں نے اپنے نبی کو کنویں میں ڈال کر بند کر دیا تھا۔ پھر اُن پر عذاب آیا (موضح القرآن)۔

حضرت امام علی رضاؑ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ سے اُن کی شہادت سے تین دن پہلے ”اصحابِ رس“ کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ”وہ ایک قوم تھی جو صنوبر کے درخت کی پرستش کرتی تھی۔ اِس درخت کو حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث نے ایک چشمے کے کنارے لگایا تھا۔ اِس قوم نے اپنے نبی کو زندہ زمین میں دفن کر دیا تھا۔ یہ واقعہ حضرت سلیمانؑ کے بعد کا ہے۔ اُن کی بارہ بستیاں تھیں جو ایک دریا کے کنارے آباد تھیں۔ اِن بستیوں کا نام ”رس“ تھا (تفسیر صافی صفحہ ۳۵۸ بحوالہ عیون اخبارِ رضاؑ)

اِمام رازی نے لکھا ہے کہ ”رس“ نامی شہر یمامہ کے علاقے میں ہی تھا۔ یہاں قوم ثمود کا کوئی قبیلہ آباد تھا۔ (تفسیر کبیرؒ ابن کثیر از ابن عباسؓ)۔

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾
اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

کی کوئی توقع ہی نہیں رکھتے (یا) بلکہ (دراصل) وہ یہ سمجھتے ہی نہیں کہ کوئی حشر و نشر ہوگا (۴۰)

اور جب کبھی وہ آپؐ کو دیکھتے ہیں تو آپؐ کو مذاق بنا لیتے ہیں (یا) آپؐ کا مذاق اڑانے لگتے ہیں (کہتے ہیں) "کیا یہی وہ حضرت ہیں جنھیں اللہ نے اپنا رسولؐ بنا کر بھیجا ہے؟!"[۱] (۴۱) وہ تو قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے بالکل ہی بھٹکا دیتا (یا) اس نے تو ہمیں بالکل گمراہ کرکے ہمارے خداؤں سے پھیر ہی دیا ہوتا، اگر ہم اُن کی عقیدت پر بُری طرح جم نہ گئے ہوتے[۲]۔" خیر عنقریب اُنھیں اُس وقت یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی جب وہ (ہمارا) عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ کون (سیدھے) راستے سے زیادہ بھٹک کر گمراہی

---

[۱] یہ طنزیہ فقرہ ہے جو وہ مذاقاً کہتے تھے مقصد یہ تھا کہ اگر رسالت کوئی چیز ہے تو خدا کو کسی دولتمند بڑے آدمی کو اپنا رسول بنانا چاہیئے تھا۔ نہ کہ ایک معمولی تاجر وہ بھی یتیم کو۔ خدا کا لفظ یہاں پر تحقیر کے لئے ہے (ماجدی)

***

[۲] مطلب یہ تھا کہ وہ تو کہو کہ خیر ہو گئی کہ ہم مضبوطی کے ساتھ اپنی بت پرستی پر قائم رہے۔ ورنہ اِس شخص کی جادو بیانی تو اِس غضب کی ہے کہ اِس نے تو ہمیں اکھاڑ ہی پھینکا تھا۔

منکرینِ حق کا رسولؐ کے لئے یہ کہنا کہ رسولؐ ہمیں گمراہ کر دیتا گویا بالکل الٹی بات کہنے کے مترادف ہے بقول شاعرؔ ؎

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد

ایسے حق دشمن لوگوں کو قائل کرنا تو ممکن ہی نہیں ہوتا اِسی لئے خدا نے فرمایا کہ مستقبل میں "ہمارا عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انہیں حقیقت معلوم ہو جائے گی" (مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾
أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ

میں بہت دُور نِکل گیا ہے ﴿٤٢﴾

کیا آپؐ نے اُس شخص کے حال کو دیکھا ہے جس نے اَپنی نفسانی یا دِلی خواہشوں کو اپنا خدا بنائے رکھّا؟ (یعنی اَپنی خواہشات کو تسکین پہنچانے ہی کو زندگی کا ماحصل اور مقصد بنا لیا) تو کیا آپؐ اَیسے شخص (کی ہدایت کے) ذمّہ دار ہو سکتے ہیں؟[1] ﴿٤٣﴾ کیا آپؐ یہ سمجھتے ہیں کہ اَیسے لوگوں کی اکثریت (حق بات کو) سُنے گی؟ اور عقل سے کام لے گی؟ نہیں۔ یہ تو بالکل جانوروں کی طرح ہیں (جنھیں صرف اور صرف اَپنی خواہشوں کے پُورا کرنے سے غرض ہے۔ حقیقتوں کو سُننے سمجھنے اور عقل سے کام لینے سے اُن کا دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں) بلکہ یہ لوگ تو اُن جانوروں سے بھی

[1] مطلب یہ ہے کہ آپؐ کو اُن پر مسلط کرکے تو نہیں بھیجا گیا ہے اور نہ آپ اُن کو ہدایت پر لانے کے ذمہ دار ہیں۔ پھر آپؐ اُن کی گمراہی پر غم کیوں کرتے ہیں؟ دوسرے یہ بھی سمجھا دیا کہ اُن منکرینِ حق کی گمراہی کا سبب عقلی یا اجتہادی غلطی نہیں ہے بلکہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی ہے۔ جاہلیتِ عرب کے لوگ آج کی مغربی جدید معاشرے کی نیم دہری قسم کے الحاد پسند لوگ تھے جن کی طبیعت، ذکر و فکرِ آخرت سے بہت دور بھاگتی تھی۔ دنیا کی لذت پرستی ہی اُن کا مشغلہ اور مقصود تھا۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

ۘ اِلَّا کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۴۴﴾ ع

اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَ لَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهٗ

سَاکِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَیۡهِ دَلِیۡلًا ﴿۴۵﴾ۙ

ثُمَّ قَبَضۡنٰهُ اِلَیۡنَا قَبۡضًا یَّسِیۡرًا ﴿۴۶﴾

وَ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الَّیۡلَ لِبَاسًا وَّ النَّوۡمَ سُبَاتًا

وَّ جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوۡرًا ﴿۴۷﴾

کہیں زیادہ گمراہ، بے راہ اور گئے گزرے ہیں (کیونکہ جانوروں کو تو عقل دی ہی نہیں گئی، صرف خواہشات دی گئی ہیں۔ اگر وہ عقل سے کام نہیں لیتے تو موردِ الزام نہیں) ﴿۴۴﴾ ع

۲۱۰۲۴

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمھارے پالنے والے مالک نے کِس طرح سائے کو پھیلایا؟ اگر وہ چاہتا تو اُسے ٹھہرا ہوا رکھتا۔[1] پھر ہم نے سُورج کو اُس کا راہ نما بنا دیا ﴿۴۵﴾ پھر (ہم نے سُورج کے ساتھ ساتھ) سائے کو تھوڑا تھوڑا کر کے اَپنی طرف سمیٹ لیا[1] ﴿۴۶﴾

اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لئے رات کو ڈھانکنے چھپانے والی چیز اور نیند کو آرام و سکون (کا سامان) بنایا[2] اور دِن کو جی اُٹھنے اور

---

[1] خدا کا یہ فرمانا "اگر خدا چاہتا تو سائے کو تھما ہوا کر دیتا" یعنی سایہ ایک جگہ ٹھہرا رہتا۔ مقصد یہ ہے کہ خدا اِس چیز کو روک دیتا جس کی حرکت سے سایہ گھٹتا بڑھتا ہے۔ (مجمع البیان)

***

[2] ایسی تعلیمات کی قدر اُس وقت ہوتی ہے جب مشرک قوموں کے عقیدے سامنے ہوں جنھوں نے دن اور رات کو بھی دیوتا بنا رکھا تھا۔

***

www.drhasanrizvi.org

چلنے پھرنے کا وقت بنایا (۴۷)

اور وہی (خدا) ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری دیتی ہوئی ہواؤں کو بھیجا۔ اور وہ پانی جو خود بھی پاک ہے اور (دُوسروں کو بھی) پاک کرنے والا ہے، اُسے بلندیوں سے اُتارا[1] (۴۸) تاکہ اُس سے مُردہ زمین کو زندہ کردے، اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے جانوروں اور اِنسانوں کو سیراب کرے (۴۹) اِس کرشمے کو ہم بار بار اُن کے سامنے لاتے رہتے ہیں تاکہ وہ اِس سے سبق لے کر نصیحت قبول کریں (یا) عقل و ہوش سے کام لیں۔ مگر اکثر لوگوں نے ناشُکری (کا طریقۂ زندگی) اِختیار کرنے کے سِوا ہر چیز سے اِنکار کر دیا ہے[2] (۵۰)

وَهُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (۴۸)
لِّنُحْیِ َۧ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّنُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا
وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا (۴۹)
وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓی اَكْثَرُ النَّاسِ
اِلَّا كُفُوْرًا (۵۰)

---

[1] پیغمبرِ اسلام نے فرمایا "خدا نے میرے لئے زمین کو سجدہ کی جگہ اور طہور بنایا ہے" طہور کا لفظ طہارت کا مبالغہ ہے یعنی زیادہ پاک، فقہا نے اِس کے معنی "دوسری چیزوں کو پاک کرنے والا" لکھا ہے۔ (تبیان - جلالین - شاہ رفیع الدین)

فقہا نے یہ نتیجہ نکالا کہ نجاستوں کے ازالہ اور طہارت کا کام صرف آبِ خالص یا آبِ مطلق ہی کر سکتا ہے۔ دوسرے عرق وغیرہ خود تو پاک ہیں مگر کسی چیز کو پاک نہیں کر سکتے۔

***

[2] اِس آیت کے ایک معنی پچھلی آیت کے حوالے سے یہ بھی کئے گئے کہ "ہم نے اِس (پانی) کو اُن کے درمیان مختلف طریقوں سے گردش دی مگر اکثر لوگ ناشکرے پن سے کام لیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بارش ستاروں یا طبعی قوانین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ہماری قدرت اور رحمت کے منکر ہیں۔ (جلالین - تبیان - مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ﴿٥١﴾
فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٥٢﴾
وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَ
هَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا

اگر ہم چاہتے تو ہر ہر گاؤں میں بُرے کاموں کے بُرے نتائج سے ڈرانے والا یا عذابِ الٰہی کے آنے کی خبر دینے والا بھیج دیتے (مگر ہم نے یہ مناسب نہ سمجھا اور ایک سُورج کی طرح آپؐ ہی کو نبیِؐ رحمت بنا کر بھیجا)[1] ﴿٥١﴾ تو آپؐ منکرینِ حق (مُراد) کافروں کا کہنا ہرگز نہ مانئے اور اِس قرآن کے ذریعہ اُن کے مقابلے پر ڈٹ کر بڑا جہاد کیجئے (یا) حق کے پھیلانے کے لئے سر توڑ کوششیں کرتے رہیئے[2] ﴿٥٢﴾

اور وہ وہی خدا ہے جس نے دو سمندروں کو مِلا رکھا ہے۔ ایک لذیذ میٹھا اور خوشگوار ہے، اور دُوسرا نمکین، کڑوا یا کھارا ہے۔ اور اُن دونوں کے درمیان ایک پردہ اور ایک مستقل

[1] اگر خدا چاہتا تو کئی نبی بھیجتا۔ اب اِس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ خاتم النبیین کی اکیلی ذات قیامت تک کے لئے سر چشمۂ ہدایت قرار پائے۔ تو اِس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ (موضح القرآن) یہ تو خدا کے خصوصی فضل و کرم کا اظہار ہے کہ بجائے بہت سے انبیاء سے کام لینے کے اُس نے صرف ایک نبی سے وہ کام لیا جو ہزاروں رسولوںؑ کا کام تھا۔ تاکہ ہمارے رسول کا درجہ عظیم سے عظیم تر ہو جائے۔ (مجمع البیان)

***

[2] فقہا نے نتیجہ نکالا کہ دینِ حق کی ترویج کے سلسلہ میں کافروں کی اطاعت حرام ہے اور قرآنی تعلیمات کے پھیلانے کے لئے سخت محنت یا جہاد واجب ہے۔ (ابن جریر از ابن عباسؓ)

***

www.drhasanrizvi.org

مَّحۡجُوۡرًا ﴿۵۳﴾
وَہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا
وَّ صِہۡرًا ؕ وَ کَانَ رَبُّکَ قَدِیۡرًا ﴿۵۴﴾
وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنۡفَعُہُمۡ وَ لَا
یَضُرُّہُمۡ ؕ وَ کَانَ الۡکَافِرُ عَلٰی رَبِّہٖ ظَہِیۡرًا ﴿۵۵﴾

رکاوٹ قائم کر دی ہے، جو اُنھیں ایک دُوسرے سے مِلا دینے سے روکے ہوئے ہے [۱] ﴿۵۳﴾

اور وہ وہی خدا ہے جس نے پانی سے اِنسان کو پَیدا کیا پھر اُس کو خاندان والا اور سُسرال والا بنایا (یا) پھر اُس سے خُونی اور سُسرالی دو الگ الگ رِشتے ناتے اور سِلسلے قائم کر دِئے [۲]۔ تمھارا پالنے والا مالک بڑی قُدرت والا ہے ﴿۵۴﴾

اَیسے خدا کو چھوڑ کر وہ لوگ اُن کو پُوج رہے ہیں جو نہ تو اُنھیں کوئی فائدہ ہی پہنچا سکتے ہیں، اور نہ کوئی نُقصان۔ اور مزید یہ کہ ہر مُنکِرِ حق اَپنے پالنے والے مالک کا مخالف بنا ہوا ہے (یا) ہر کافر مُنکِرِ حق اَپنے رَب کے مُقابلے پر (ہر خدا کے باغی کا) مددگار بنا بَیٹھا ہے [۳]! ﴿۵۵﴾

[۱] جہاں دریائے دجلہ سمندر میں داخل ہوتا ہے وہاں اِس آیت کی حسی مثال موجود ہے کہ میٹھا پانی کئی فرسخ تک کھاری پانی کو چیرتا چلا جاتا ہے اور اُس کے مزے میں کوئی تبدیلی بھی نہیں ہوتی (تفسیر صافی صفحہ ۳۷۰ و مجمع البیان)

***

[۲] نسب، وہ قرابت ہے جس سے خونی اور خاندانی رشتہ چلتا ہے۔ اور صہر یعنی سسرالی رشتے وہ قرابتیں ہیں جو عورتوں سے چلتے ہیں۔ اِسی لئے سسرالی اور دامادوں کے رشتے قائم ہوتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ دو قسم کے رشتے پائے جاتے ہیں (الکشاف عن حقائق التزیل جلد ۲ صفحہ ۹۸۱ طبع کلکتہ)

غرض سسرالی اور دامادی رشتے کے جو اہلِ قرابت ہیں وہ سب صہر میں داخل ہیں اِس لئے صہر کے معنی داماد، خسر، بہنوئی کے آتے ہیں (لغات القرآن نعمانی جلد ۴ صفحہ ۳۵ و قرطبی)۔

اِس آیت کے اولین اور اعلیٰ ترین مصداق رسولؐ خدا اور حضرت علیؑ ہیں۔ حضرت علیؑ رسول خداؐ کے چچازاد بھائی بھی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾

قُلْ مَآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ

يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ

اور ہم نے آپؐ کو صرف اَچھے کاموں کے
اَچھے نتائج کی خوش خبری دینے والا" اور بُرے
کاموں کے بُرے نتائج سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا
ہے (اِس لئے آپؐ اُن کے اِس رَوِیّے اور
بدمعاشیوں کی کوئی پرواہ نہ کیجئے۔ اُن کو سزا
دینا تو ہمارا کام ہے[1]) ۵۶ آپؐ تو یہ فرمادیں "میں
تم سے اِس کام کا کوئی معاوضہ بھی تو نہیں مانگتا۔
مگر یہ کہ جس کا دِل چاہے اَپنے پالنے والے
مالک کی طرف راستہ بنالے" ۵۷ اِس لئے آپؐ
اُس خدا پر بھروسہ رکھئے جو زندہ ہے۔ جو کبھی مرنے
والا نہیں۔ اُس کی حمد و تعریف کے ساتھ اُس کی
تسبیح (یعنی) اُس کی پاکی کو بیان کیجئے۔ اور اُسی
خدا کا اَپنے بندوں (سے نمٹنے کے لئے اُن) کے

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

ہیں اور داماد بھی۔ اِس لئے کہ آپ حضرت فاطمہ کے شوہر ہیں۔ پس یہ دونوں بزرگوار نسب اور صھر (کے اعلیٰ ترین فرد) ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان بروایت ابن سیریں)

محققین نے لکھا کہ خدا کا انسان کو خونی اور سسرالی رشتوں کا مرکز بنانا اِس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ رہبانیت اور غیر شادی شدہ رہنے کی زندگی خدا کو پسند نہیں کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور فطرت کے تقاضوں کا لحاظ رکھتا ہے۔ بقول اقبالؒ

فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند

اور بقول شاعر ؎

راستے بند کئے دیتے ہو دیوانوں کے
ڈھیر لگ جائیں گے بستی میں گریبانوں کے

***

۳ ؎ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ ایک منکرِ حق دوسرے کافر کی پشت پناہی کرتا ہے۔ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا ملت الکفر واحدۃ۔ پوری کافر قوم ایک ہی ملت ہے۔ اِسی طرح ہر کافر شیطان کا پشت پناہ یا مددگار ہے۔ (تبیان)

***

۱ ؎ مطلب یہ ہے کہ آپ کا کام یہ نہیں کہ لوگوں کو زبردستی سیدھے راستے پر لے آئیں۔ (فصل الخطاب)۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾
الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ
ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ

گناہوں اور بدمعاشیوں سے باخبر ہونا بہت کافی ہے ﴿۵۸﴾

وہی خدا جس نے زمین اور آسمانوں کو اور اُن کے درمیان جو کچھ ہے، سب کو چھ[1] دِنوں (مرحلوں) میں پیدا کیا۔ پھر عرش (یعنی) کائنات کے عظیم الشّان تختِ سلطنت پر جلوہ گر ہوا (یعنی پوری کائنات پر اُسی کی حکومت جاری وساری ہوئی) وہی خدائے رحمان ہے کہ اُس کی شان بان تو کِسی جاننے والے عالم ہی سے پُوچھنی چاہیئے ﴿۵۹﴾

جب اُن لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اُس خدائے رحمان کو سجدہ کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ "یہ رحمان کیا چیز ہوتی ہے[2]؟ کیا تو جس کے لئے بھی کہہ دے، ہم اُسی کو سجدہ کرنے لگیں؟" غرض آپؐ کی اِس بات کے کہنے سے اُن کی (خدائے رحمان

---

[1] مشرک جاہل قومیں اپنے دیوی دیوتاؤں کو ہوّا سمجھتی ہیں، اُن سے ڈرتی سہمتی رہتی ہیں۔ صفتِ رحمانیت کا تصور اُن کے پاس نہیں ہے۔ حتیٰ کہ عیسائیوں نے بھی صفتِ رحمت کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی اِس لئے اُن کو کفارہ کا سہارا لینا پڑا کہ عیسیٰؑ سولی پر چڑھیں تو خدا کی رحمت مل سکے گی۔

[2] مشرکینِ عرب ہمیشہ یہی سوال کرتے رہتے تھے کہ اللہ کو تو ہم جانتے ہیں وہ تو معبودِ اعظم ہے مگر یہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ کیا یہ کوئی دوسرا خدا ہے؟ اِس کی ماہیت اور صفات کیا ہیں؟

***

www.drhasanrizvi.org

سے) نفرت اور وحشت میں اور زیادتی ہو جاتی

ہے۔ (سجدہ کیجئے) (ے مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

مریضِ کبر پر لعنت خدا کی) ﴿۶۰﴾ ع ۵/۲

بڑا ہی مبارک، ہمیشہ قائم و دائم ہے وہ

(خدا) جس نے آسمان میں بُرج (یعنی) بڑے بڑے

ستارے بنائے (یا) سورج کی مختلف منزلیں بنائیں

اور اُس میں ایک روشن چراغ (سورج) اور چمکتا

دمکتا چاند روشن کیا[1] ﴿۶۱﴾ اور وہی (خدا) ہے جس

نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے

جانے والا بنایا، ہر اُس شخص کے لئے جو سبق لینا،

سمجھنا، نصیحت قبول کرنا یا شکر ادا کرنا چاہے[2] ﴿۶۲﴾

خدائے رحمان کے (حقیقی) غلام یا بندے وہ

ہیں جو زمین پر آہستہ آہستہ (قدم رکھ کر) فروتنی

السجدۃ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ﴿۶۰﴾

تَبٰرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا وَّجَعَلَ فِيهَا

سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيرًا ﴿۶۱﴾

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ

أَنْ يَّذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴿۶۲﴾

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا

---

۱ سراج سے مراد آفتاب (راغب - ابن کثیر) بروج یا قلعوں سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں - (تفسیر کبیر ابن عباسؓ - ابن کثیر از مجاہد و سعید بن جبیر وابی صالح و الحسن وقتادہ)

***

۲ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہ خدا کی عظیم نعمت ہے اگر صرف رات ہی رات رہتی تو تم کتنے پریشان ہو جاتے - یہ اُس کی رحمت ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں تبدیل کرتا رہتا ہے - حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو کچھ تمہاری رات کی عبادت میں سے باقی رہ گیا ہو اُسے دن کے وقت قضا کر کے بجا لاؤ کیونکہ خدا فرماتا ہے اور پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی نیز فرمایا کہ یہ بات آلِ محمدؐ کے چھپے ہوئے رازوں میں سے ہے۔

(تفسیر صافی صفحہ ۳۶۱ بحوالہ من لا یحضرہ الفقیہ، تہذیب و تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.org

کے ساتھ نرم چال چلتے ہیں[1] اور جب[2] جاہل لوگ
اُن کے مُنہ کو آتے ہیں تو وہ اُن کو سلامتی کی دُعا
دیتے ہیں (یا) کہہ دیتے ہیں کہ خیر تم کو سلام ہو
(اور اِس طرح اُن سے الگ ہوجاتے ہیں)[2] ﴿۶۳﴾ اور[3]
جو اَپنے پالنے والے مالک کے لئے سجدہ میں اور نماز
میں کھڑے ہو کر راتیں گزارتے ہیں[3] ﴿۶۴﴾ اور[4] وہ جو
(یہ) دعائیں مانگتے ہیں کہ: "اَے ہمارے پالنے والے
مالک! دُور رکھ ہم سے جہنّم کی سَزا کو۔ جس کا
عذاب پُوری تباہی ہے (یا) (کیونکہ) حقیقتاً خدا کا
عذاب تو وہ چیز ہے کہ جس سے پیچھا چُھڑانا ناممکن
ہے ﴿۶۵﴾ بے شک وہ جہنّم بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے'
اور بدترین جگہ ہے' ہمیشہ رہنے کے لئے" ﴿۶۶﴾ جو[5]
خرچ کرتے ہیں تو نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں'

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾
وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ
اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾
اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾

ف۱ مقصود یہاں یہ ہے کہ ہمیشہ تواضع اور انکساری کے ساتھ چلنا ہے (روح)
حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "اِس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے جسم کے مطابق زمین پر چلتا ہے اس کی چال میں نہ تو بناوٹ ہوتی ہے نہ اکڑ۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۲ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)
حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا "اِس آیت کے حقیقی مصداق ائمہ اہلبیتؑ ہیں جو آہستہ چلتے ہیں" (تفسیر قمی وکافی)

***

ف۲ سلام سے یہاں مراد بات ختم کر دینا ہے یا ٹل جانا ہے۔ یہ سلام تسلیم سے نہیں تسلّم سے ہے جس کے معنی علیحدگی یا برأت کے ہیں (قرطبی)

***

ف۳ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو حقوق الناس کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ کو بھی ادا کرتے ہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

اور نہ کمی یا کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ اُن کا خرچ
کرنا اِن دونوں اِنتہاؤں کے درمیان اعتدال کے
درجے پر قائم رہتا ہے[1] ﴿۶۷﴾ جو[(۶)] اللہ کے ساتھ کسی
دُوسرے خدا کو نہیں پُکارتے اور[(۷)] کسی جان کو جِسے
اللہ نے قتل کرنا حرام قرار دیا ہو، ناحق قتل
نہیں کرتے۔ سِوا اِس کے کہ اُس کا قتل کرنا برحق
یا ٹھیک ہو۔ اور[(۸)] جو زنا کاری نہیں کرتے۔ اور جو
کوئی اَیسا کام کرے گا، وہ بڑے گُناہ کا مُرتکب ہوگا
(یا) جو زنا کرے گا وہ اَپنے گُناہ کا بدلہ پائے گا[2] ﴿۶۸﴾
قیامت کے دِن اُس کو دوگنی چوگنی، بڑھتی چڑھتی
سزا دی جائے گی (یا) قیامت کے دن اُس کے
عذاب کا سِلسلہ ٹُوٹنے نہ پائے گا (یعنی) جِتنی بار اُس
نے زنا کیا ہوگا، اُتنی ہی بار وہ الگ الگ سزاؤں پر

[1] فضول خرچی (اسراف) کے معنیٰ بتاتے ہوئے رسولِ خدا نے فرمایا "جس نے کسی ایسی بات میں کچھ خرچ کیا جو حق کے خلاف ہے تو اُس نے اسراف کیا اور جس نے حق پر خرچ کرنے سے خود کو روکا اُس نے کمی کی (تفسیر مجمع البیان تفسیر صافی صفحہ ۳۶۱ و تفسیر قمی)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "اسراف اُس چیز میں ہوتا ہے جو مال کو ضائع کرے اور تم کو نقصان پہنچائے" پوچھا گیا "اقتار" یعنی کمی یا کنجوسی کرنے کے کیا معنی ہیں تو امام نے فرمایا روٹی نمک کھانا جب کہ تم دوسری چیزوں کے کھانے پر بھی قدرت رکھتے ہو" امام سے پوچھا گیا کہ قواما (یعنی) میانہ روی کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ خدا کے دیئے ہوئے رزق سے نمک دودھ، سرکہ، مکھن وغیرہ کھانا۔ کبھی ایک چیز کھانا، کبھی دوسری چیز۔ پھر آپ نے اِس آیت کی تلاوت فرمائی اور ایک مٹھی کنکریوں کی بھری اور ان کنکریوں کو مضبوط پکڑے رہے۔ پھر فرمایا کہ یہ اقتار

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ
مُهَانًا ﴿۶۹﴾
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ
يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾

سَزائیں پاتا ہی چلا جائے گا۔ اور وہ وہاں (جہنّم
میں) ہمیشہ ہمیشہ ذلّت و خواری کے ساتھ پڑا رہے
گا (یا) اُس کو وہاں ہمیشہ ہمیشہ خُوب اَچھّی طرح
ذلیل و خوار بنا کر رکھّا جائے گا (کیونکہ اُس کی
زنا کاری نے اُس عورت اور اُس کے پُورے خاندان
کو ذلیل کیا تھا) (۶۹) سِوا اِس کے کہ وہ (اَیسے
گُناہ کرنے کے بعد خدا سے) توبہ کرچکا ہو، اور اُس
نے (خدا اور رسولؐ کو) دل سے مان کر اَچھے اَچھے
کام بھی کئے ہوں۔ تو اللہ اَیسے ہی لوگوں کی بُرائیوں
اور گُناہوں کو اچھّائیوں اور بھلائیوں سے بدل
دے گا۔[1] (کیونکہ) اللہ تو بہت ہی زیادہ معاف کرنے
والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے (۷۰) اور
جو شخص بھی (خدا سے) توبہ کرکے (یعنی) بُرائیوں سے

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

یعنی کمی یا کنجوسی کرنا ہے (کہ مال ہوتے ہوئے بھی خرچ ہی نہ کیا جائے) پھر دوسری مٹھی بھری اور پورے کا پورا ہاتھ کھول دیا اور فرمایا کہ یہ اسراف ہے (کہ سارے کا سارا مال خرچ کر دیا اور آئندہ کے لئے کچھ نہ رکھا) پھر ایک مٹھی بھری اِن کنکریوں میں سے کچھ کو گرا دیا (اور کچھ کو مٹھی میں رکھا) اور فرمایا کہ یہ قوام یعنی میانہ روی ہے" (کہ جائز ضرورت بھر خرچ بھی کرے، خیرات بھی کرے اور کچھ مستقبل کی ضرورت کے لئے بچا بھی رکھے) (الکافی)

***

[2] حالانکہ چند سال پہلے اُن کی سوسائٹی میں زنا کاری کوئی معیوب چیز نہ تھی۔ بلکہ اُس پر فخر کیا جاتا تھا جس طرح آج کی مغربی تہذیب میں حرام کاری اور زنا کاری کو خوش وقتی میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ فیشن اور ترقی کی علامت ہے۔ ***

[1] یعنی جو شخص اپنے کفر کو اسلام سے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

عملاً پلٹ کر، اَچھّے اور نیک کام کرے، تو حقیقتاً وہ خدا کی طرف پلٹ آتا ہے، جیسا کہ پلٹ آنے کا حق ہے (یا) جو توبہ کرکے بُرائیوں سے پلٹے گا، اور اَچھّے اَچھّے کام بھی کرے گا، تو حقیقتاً اُس نے پُورے پُورے طور پر اللہ کی طرف توجّہ مبذول کرکے اللہ سے لَو لگائی (۷۱) (اور خدائے رحمان کے اصلی بندے وہ ہیں) جو جھوٹی[۸] گواہی نہیں دیتے (یا) جو جھُوٹ کے گواہ نہیں بنتے[ل] اور جب[۹] کسی 'لغو' (یعنی) بے ہُودہ، فضول، لایعنی اور بے کار باتوں پر سے اُن کا گزُر ہوتا ہے تو وہ شریف آدمیوں کی طرح اَپنی عزّت اور اَپنی شان اور وقار کو سنبھالے ہوئے (اَپنا دامن بچا کر) وہاں سے گزُر جاتے ہیں (یعنی ایک نگاہِ غلط انداز ڈالتے

وَمَنۡ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوۡبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝۷۱
وَالَّذِيۡنَ لَا يَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

بدل دے اور اپنے گناہوں کو اطاعت سے، تو اس کا گزشتہ کفر اور گناہ اسلام اور اطاعت کی برکت سے محو بھی ہو جائے گا اور اب اطاعت کرنے کی وجہ سے آئندہ نیکیاں ہی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ خدا کافر کے مسلمان ہونے پر اُس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے تو مومنِ عاصی کو سچے دل سے توبہ کرنے اور اپنی اصلاح کرنے پر کیوں نہ معاف فرمائے گا۔ (قرطبی) ***

ل علامہ زمخشری نے لکھا کہ "زُور" کے اصل معنی انحراف کرنے کے ہیں (تفسیر کشاف جلد ۴ صفحہ ۵۲) کیونکہ جھوٹ بولنا یا جھوٹ کی گواہی دینا حق سے منحرف ہو جانا ہے اِس لئے جھوٹ کو "زور" کہتے ہیں۔ (لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صفحہ ۱۴۷)

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ لفظ زور کے مراد میں گانا بجانا اور راگ رنگ اور لہو ولعب کی محفلیں ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان و تفسیر صافی صفحہ ۳۶۳ بحوالہ کافی)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾
وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا
صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ
ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾

ہوئے اُس بے ہُودہ کام پر سے اِس طرح گزُر جاتے ہیں جیسے ایک نفیس مِزاج آدمی گندگی کے بدبُودار ڈھیر سے مُنہ پھرا کر فوراً گزُر جاتا ہے) ﴿۷۲﴾ اور جب[۱۰] اُنھیں اُن کے پالنے والے مالک کی آیتوں' دلیلوں اور باتوں کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے' تو وہ بہروں' اندھوں (اور احمقوں) کی طرح (ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو کر) مُنہ کے بَل اُلٹے گِر نہیں پڑتے (یا) اندھے اور بہرے بن کر اُلٹے لوَٹ نہیں جاتے ﴿۷۳﴾ جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ:" اَے ہمارے پالنے والے مالک! ہمیں اَپنی بیویوں اور اَپنی اَولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یا) دِلی خوشی عطا فرما۔ اور ہم کو 'مُتقین' (یعنی) خدا کی عظمت سے متاثر ہو کر' بُرائیوں اور خدا کی ناراضگی سے

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

(نوٹ):۔ کیونکہ گانا بجانا انسان کے جذبات اور جنسی خواہشات کو تند و تیز کر دیتا ہے اور نتیجتاً وہ حق سے منحرف ہو کر زنا کاری، بدکاری اور نظربازی جیسے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ عیش پسند اور آرام پسند ہو کر خدا کے فرائض ادا کرنے سے بھی منحرف ہو جاتا ہے۔ غناء یعنی گانا بجانا زنا کی تمہید ہے اِسی لئے حدیث میں ہے کہ الغناء اشد من الزنا یعنی گانا بجانا زنا سے بھی بدتر ہے۔)

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ زور یعنی جھوٹ میں اللہ رسول سے متعلق جھوٹی باتیں گھڑنا، جھوٹی گواہیاں دینا، کفر اور شرک کی گواہی دینا اور مطلق ہر جھوٹ اِس میں شامل ہے (تفسیر کبیر)

اور لغو سے مراد ہر وہ لایعنی کام جو بچنے کے قابل ہو جیسے گانے تماشے وغیرہ۔ (روح۔ قرطبی)

***

www.drhasanrizvi.org

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾

بچنے والوں کا رہنما بنا دے[۱] ۔ (یعنی ہم تقویٰ، خدا
رسولؐ کی اِطاعت، بھلائیوں اور نیکیوں کے
کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں اور اِس طرح
سب سے آگے بڑھ جائیں ے مقام ہم سفروں سے
ہو اِس قدر آگے ۔ کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں مجھ کو) ﴿۷۴﴾
یہ ہیں وہ لوگ جو اَپنے صبر و تحمّل[۲] کے بدلے میں
جنّت میں اُونچا درجہ پائیں گے ۔ اور وہاں
اُن کا اِستقبال اور اِحترام، آداب و تسلیمات
کے ساتھ ہوگا ۔ (یا) وہاں اُن سے آداب و
تسلیمات، سلام و اِحترام کے ساتھ پیش آیا
جائے گا ﴿۷۵﴾ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔
(سُبحان اللہ ۔ واہ، واہ) کیا ہی اَچھا ہے وہ
مقام اور وہ ٹھکانا، ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے! ﴿۷۶﴾

[۱] یعنی ہم تقویٰ اور اطاعت میں سب سے بڑھ جائیں ۔ محض خود نیک ہی نہ ہوں بلکہ ہماری بدولت دنیا میں نیکی پھیلے ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مال و دولت اور کرسی کے پیچھے نہیں بھاگ رہے ، بلکہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں ۔ مگر ہمارے زمانے میں کچھ ایسے اقتدار پرست لوگ بھی ہیں جو اس آیت کا مطلب یوں کرتے ہیں کہ " یا اللہ متقی لوگوں کو ہماری رعیت اور ہم کو ان کا حکمران بنا دے " ۔ اس سخن فہمی کی داد ان امیدواروں کے سوا اور کون دے سکتا ہے ؟ ۔ (تفہیم از مولانا مودودیؒ) ۔

***

[۲] صبر کا لفظ اپنے وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے ہر خوف ہر لالچ کے مقابلے میں ثابت قدمی ، شیطان کی ترغیبات کی مخالفت ، فرائض الٰہی کو ادا کرنے کی زحمت برداشت کرنا وغیرہ وغیرہ

***

www.drhasanrizvi.org

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

اٰیاتہا ۲۲۷ (۲۶) سُوْرَۃُ الشُّعَرَآءِ مَکِّیَّۃٌ رکوعاتہا ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ ﴿١﴾

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾

اَب آپؐ فرما دیجئے کہ "میرا پالنے والا مالک تمہاری کوئی پرواہ نہیں کرتا اور نہ اُسے تمہاری کوئی حاجت ہے، اگر تم اُس کو نہ پُکارو (کیونکہ دُعا نہ کرکے) تم نے اُسے جُھٹلا دیا ہے۔ تو عنقریب تم وہ سزا پاؤگے کہ جس سے پھر جان چھُڑانا ناممکن ہوگا"[1] ﴿۷۷﴾ ع

آیات ۲۲۷ سورۂ شعراء مکّی رکوعات ۱۱

(شاعروں کے ذِکر والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے، جو سب کو فیض پہنچانے والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے

طا ۔ سین ۔ میم[2] ﴿۱﴾ یہ کتابِ مبین (یعنی) کھُلی ہوئی صاف صاف کتابِ (خدا) کی واضح آیتیں

[1] آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا پر ایمان لانے کے بعد بھی تم خدا سے دعا نہ کرتے تو خدا کی خاص رحمتیں تمہاری طرف توجہ نہ کرتیں۔ اب جب کہ تم خدا کی رحمتوں کا انکار کر رہے ہو تو اب تمہیں خدا کے عذاب کے سوا کسی اور چیز کی توقع ہی نہیں رکھنی چاہیئے۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا کہ قرآن کی کثرت سے قرأت کرنا افضل ہے یا کثرت سے دعا کرنا افضل ہے۔ امامؑ نے فرمایا "کثرت سے دعا کرنا قرآن کی قرأت سے افضل ہے" پھر آپ نے اِس آیت کو تلاوت فرمایا۔ (مجمع البیان)

اِس آیت کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم خدا کو خدا نہ مانو گے تو وہ بھی تمہاری کوئی پرواہ نہ کرے گا۔

***

[2] عرفاء اور اہلِ اشارات نے "ط" سے عرفاء کے قلوب کا طرب (کیفیتِ لطف) مراد لیا ہے۔ اور "س" سے "سرورِ محبین" اور میم سے "مناجات المریدین" مراد لیا ہے۔ (تفسیر کبیر امام رازی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ③
اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ
اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ ④
وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا
كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِیْنَ ⑤
فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَیَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥

ہیں ② (مگر) آپؐ تو شاید اپنی جان ہی دے دیں گے اِس غم میں کہ یہ لوگ اِیمان (کیوں) نہیں لاتے ③ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایک نِشانی اَیسی اُتار دیں کہ زبردستی اُن کی گردنیں اِس کے سامنے جُھک جائیں[1] (مگر اَیسا جَبری اِیمان ہمیں قبول ہی نہیں۔ ہم تو عقل و اِختیار کا اِمتحان لینا چاہتے ہیں۔ مگر اُن احمقوں کا حال تو یہ ہے کہ) ④ اُن لوگوں کے پاس خدائے رحمان کی طرف سے جو بھی تازہ ہدایت یا نصیحت آتی ہے، وہ اُس سے مُنہ پھیر لیتے ہیں ⑤ اَب تو یہ اُسے جُھٹلا ہی چُکے ہیں۔ تو اَب بہت جلد اُن کے سامنے اُس چیز (عذابِ خدا) کی خبریں (جہنّمی کی مَوت کی شکل میں مجسّم ہو کر سامنے) آئیں گی، جس کا وہ

---

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "جب ہمارا قائمؑ (امام مہدیؑ) ظاہر ہوں گے تو بنی امیہ (مراد تمام ظالمین) کی گردنیں جھک جائیں گی۔ اور وہ آسمان سے ایک چیخ ہو گی جو امام مہدیؑ کا نام لے کر پکارے گی اور سب اُسے سنیں گے"۔ (تفسیر صافی ۔ صفحہ ۳۶۶ ۔ بحوالہ کافی و تفسیر قمی)۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "عنقریب خدا بنی امیہ اور اُن کے ماننے والوں کی یہی حالت کر دے گا۔" پوچھا گیا کہ اُن کی نشانی کیا ہو گی؟۔ فرمایا "سورج کا وقتِ زوال سے لے کر وقتِ عصر تک کھڑے رہنا اور سورج کے اندر سے ایک چہرہ اور سینہ دکھائی دینا جو حضرت صاحب العصر امام مہدیؑ کا نام لے کر پکارے گا اور اُن کے حسب نسب کی پہچان کرائے گا"۔ (ارشاد شیخ مفید)۔

صوفیاء نے نتیجہ نکالا کہ تصرّفِ باطنی میں بھی ایک شان جبر اور زبردستی کی ہے۔ اِسی لئے مشائخ محققین سلوک و ارشاد میں اِس کو پسند نہیں کرتے۔ (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۷
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۹ ع
وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰

مذاق اُڑایا کرتے تھے[1] ⑥ کیا اُنھوں نے زمین کی
طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس میں کتنی قسم کے
عُمدہ عُمدہ پودے اور لاتعداد قسم کی بوٹیاں اُگا
دی ہیں ؟ ⑦ حقیقتاً اِس میں (حقیقتوں کو سمجھنے کی)
بڑی نشانی اور دلیل ہے۔ مگر اُن میں کے زیادہ تر
لوگ ماننے والے نہیں ⑧ اور اِس میں بھی کوئی
شک نہیں کہ تمھارا پالنے والا مالک بڑا زبردست
غالب طاقت والا ، عزّت والا ، اور بے حد مسلسل
رحم کرنے والا ہے (کہ اِس قدر طاقت کے باوجود
اُن کو مُہلت پر مہلت ہی دئے چلا جا رہا ہے)[2] ⑨ ع
اور جب آپؐ کے پالنے والے مالک نے موسیٰؑ
کو پُکارا کہ "جاؤ اُس ظالم قوم کی طرف ⑩ قومِ
فرعون کے پاس جاؤ (اور اُن سے کہو) کیا وہ اپنے

ع ۵ / ۱

[1] یعنی عذابِ الٰہی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے پہلے وہ صرف خبروں کی حیثیت رکھتا تھا اب وہ ہی مجسم طور پر ان کی دونوں آنکھوں کے سامنے دہک اور بھڑک رہا ہوگا۔ (فصل الخطاب)

کیونکہ یہ تکذیب کا انتہائی درجہ ہے۔ تکذیب کا سب سے پہلا درجہ اعراض و بے پروائی ہوتا ہے۔ دوسرا انکار و تکذیب کرنا اور تیسرا استہزاء یعنی مذاق اڑانا۔ یہاں تینوں درجے بیان ہوئے ہیں۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ موت کے وقت اُن پر اِس حقیقت کا انکشاف ہو کر رہے گا۔

***

[2] خدا کی رحمت دنیا میں کافروں سے بھی متعلق ہے اِس لئے باوجود قدرت کے انتقام یا سزا کے بجائے مہلت پر مہلت مل رہی ہے۔ (موضح القرآن)

یعنی خدا کی صفتِ عزیز (غالب۔ طاقتور) کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ سب منکر دشمنانِ حق اُس کے قبضۂ قدرت میں ہیں تو سب کو سزا میں فوراً ہلاک کر ڈالتا۔ مگر ساتھ ساتھ وہ رحیم بھی ہے۔ اِس لئے مہلتِ اصلاح دئے جاتا ہے (تفسیر کبیر امام رازی)

***

قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ⑪

قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ⑫

وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ⑬

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ⑭

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ⑮

بُرے انجام سے نہیں ڈرتے؟ (یا) آخر وہ بُرائی سے
بچنے کی راہ کیوں اختیار نہیں کرتے؟" ⑪ (موسیٰؑ نے
عرض کی: "میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں
گے ⑫ (اس وجہ سے) میرا دل گھُٹتا اور دَم اُلجھتا
ہے۔ میری زبان خوُب نہیں چلتی۔ آپ ہارونؑ کی
طرف بھی اپنا پیغامِ رسالت بھیجیں ⑬ پھر یہ کہ اُن
کا مجھ پر ایک اِلزامِ (قتل) بھی تو ہے[1]۔ (اِس
لئے بھی) میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں
گے" ⑭ خدا نے فرمایا: "ہرگز نہیں[2]! اَچھّا تم
دونوں (مِل کر) ہماری نِشانیاں اور مُعجزے لے
کر جاؤ۔ اور ہم (خود) تمھارے ساتھ ساتھ (سب
کچھ) سُننے والے ہیں ⑮ تو جاؤ تم دونوں فرعون
کے پاس" اور کہو کہ ہم دونوں تمام جہانوں

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ حضرت موسیٰؑ کا یہ فرمانا کہ "اُن کا میرے خلاف ایک الزام ہے" بتاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے کوئی جرم عمداً نہیں کیا تھا۔ اُنہوں نے تو اُس قبطی کو جو ظالم تھا اور کمزور اسرائیلی کو قتل کرنا چاہتا تھا اسرائیلی کو بچانے کے لئے صرف ایک گھونسہ مارا تھا۔ جس سے اتفاقاً وہ مر گیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کا قتل کا ارادہ نہ تھا۔ (مجمع البیان۔ تبیان)

***

[2] یعنی اُن کی یہ مجال نہیں کہ وہ تم کو قتل کر سکیں۔ (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾
اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾
قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ
سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾
وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾
قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾

کے پالنے والے مالک کی طرف کے پیغام لانے والے ہیں[۱] ﴿۱۶﴾ کہ تُو بنی اِسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے" ﴿۱۷﴾

فرعون نے کہا: "کیا ہم نے تجھے بچپنے میں پالا پوسا نہیں تھا؟ اور تُو نے اپنی عُمر کے کئی سال ہمارے ہاں (نہیں) گزُارے[۲]؟ ﴿۱۸﴾ پھر تُو نے وہ حرکت (یا) کارنامہ (قتل بھی) کیا جو تجھے کرنا ہی تھا۔ تُو ہے بڑا اِحسان فراموش "ناشُکرا اور مُنکر قسم کا آدمی" ﴿۱۹﴾ مُوسیٰؑ نے کہا: "میں نے اُس وقت وہ کام نادانستہ طور پر اَن جانے میں کر دیا تھا[۳]۔ (یعنی میں نے جان بوجھ کر اُس کو قتل کرنے کا کوئی اِرادہ نہیں کیا تھا۔ میں نے اُس کے ظلم کرنے پر، ایک مظلوم کو بچانے کے

۱؎ محققین نے نتیجہ نکالا کہ موسیٰؑ نے بتایا کہ میں سارے جہان کے پروردگار کی طرف سے نبی بن کر آیا ہوں۔ بنی اسرائیل کے خداوند یا عبرانیوں کے خدا یا تمہارے باپ دادا کے خدا کی طرف سے نہیں۔ قرآن اور توریت کے بیانات میں یہ بھی ایک واضح فرق ہے جو قرآن کا ممتاز مقام ثابت کرتا ہے نیز یہ کہ حضرت موسیٰؑ کے اتنے سے مختصر فقرے میں توحید اور رسالت دونوں کا بیان ہو گیا۔

***

۲؎ حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس ۱۸ سال یا بیسؔ سال یا چالیسؔ سال رہے۔ یہودی روایات میں اختلاف ہے۔

***

۳؎ یہاں "ضالین" کے معنی ہیں کہ "بھولے ہوؤں میں سے تھا"۔

حضرت امام رضاؑ سے پوچھا گیا کہ باوجودیکہ انبیاءؑ معصوم ہیں پھر حضرت موسیٰؑ نے اپنے آپ کو "ضالین" کیوں کہا؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے شہروں میں سے ایک شہر میں (راستہ بھول کر) آگیا تھا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

لئے اُس کو صِرف ایک مُکّا مارا تھا کہ وہ مرگیا۔
جان بوجھ کر قتل نہیں کیا گیا) ⑳ مگر جب مجھے
ڈر لگا تو میں تمھارے ہاں سے چلا گیا۔ پھر مجھے
میرے پالنے والے مالک نے علم و حکمت عطا
فرمایا۔ اور مجھے اَپنے پیغمبرؑوں میں سے قرار دیا
(یا) مجھے پیغمبرؑوں میں شامل فرمایا ㉑ (اَب رہا
تیرا یہ پالنے پوسنے کا اِحسان) تو تُو مجھ پر یہ کیا
اِحسان جتا رہا ہے؟ جب کہ تُو نے تو (میری
ساری کی ساری قوم) بنی اِسرائیل کو اپنا
غلام بنا رکھّا ہے" ㉒
فرعون نے پُوچھا: "اچھا یہ 'رَبُّ العالمین'
کیا چیز ہوتا ہے؟" ㉓ موسیٰؑ نے جواب دیا:
"آسمانوں اور زمین کا" اور اُن کے درمیان

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَّ
جَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢١﴾
وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ﴿٢٢﴾
قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿٢٣﴾
قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِنْ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

محققین نے لکھا کہ "ثابت ہوا کہ ہر جگہ ضالین سے مراد گمراہ ہونا نہیں ہوتا انجانے میں کسی کام کا ہوجانا بھی اِس میں آتا ہے (ترجمان القرآن از مودودی - القرآن المبین)

حضرت موسیٰؑ کا فرمانا کہ "میں اُس وقت کھویا ہوا تھا" یعنی اُس وقت تک خدائی ہدایتوں کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا جو نبی کی بعثت کے بعد شروع ہوتا ہے - (جلالین) - حقیقت یہ ہے کہ عصمتِ انبیاءؑ تو ابتدائے عمر ہی سے ہوتی ہے مگر اُن کے علم میں ارتقاء وحی کے شروع ہونے کے بعد ہوتا رہتا ہے - اِسی لئے انبیاءؑ اعلیٰ درجے پر پہنچنے کے بعد اپنے پچھلے درجے کو "گمشدگی" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں - (فصل الخطاب)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ موسیٰؑ کے اِس بیان سے ثابت ہو گیا کہ اُنھوں نے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا تھا اِس لئے یہ قتلِ عمد نہ تھا کیونکہ ضال کے معنی انجانے میں کوئی کام کر دینا بھی ہوتے ہیں - (تفسیر کبیر امام رازی تفسیر روح المعانی)

***

www.drhasanrizvi.org

كُنْتُمْ مُوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾
قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾
قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾
قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾
قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾
قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰـهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ

جو کچھ بھی ہے، اُن سب کا پالنے والا مالک، اگر تم یقین کرو" ﴿۲۴﴾ فرعون نے اپنے اِرد گِرد کے لوگوں سے کہا: "تم لوگ کچھ سُن رہے ہو؟[۱]" ﴿۲۵﴾ موسیٰؑ نے کہا: "تم سب کا پالنے والا مالک" اور تمھارے پہلے کے گزرے ہوئے (تمام) باپ داداؤں کا بھی پالنے والا مالک" ﴿۲۶﴾ فرعون (لوگوں سے) کہنے لگا "یہ تم لوگوں کے رسول صاحب جو تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں، حقیقتاً بالکل ہی پاگل ہیں" ﴿۲۷﴾ موسیٰؑ نے کہا: "مشرق و مغرب اور اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کا پالنے والا مالک۔ اگر تم کچھ ذرا سی بھی عقل رکھتے ہو[۲] (یا) اگر تم ذرا عقل سے کچھ بھی کام لے سکو" ﴿۲۸﴾ فرعون نے کہا: "(خبردار) اگر تم نے میرے سِوا کوئی خدا مانا، تو میں تجھے بھی

۱؎ فرعون نے موسیٰؑ کا جواب سن کر اپنے ساتھیوں سے کہا "تم نے حضرت موسیٰؑ کا جواب سنا - میں نے موسیٰؑ سے خدا کی حقیقت دریافت کی مگر موسیٰؑ نے خدا کے افعال کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۴)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کو اُس کے افعال ہی سے سمجھا جا سکتا ہے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "خدا کے افعال اور صفات پر غور کرو اُس کی ذات پر غور نہ کرو اِس لئے کہ خدا کی ذات ہماری عقلوں کے لئے ناقابل فہم ہے۔

***

۲؎ فرعون نے موسیٰؑ کو دیوانہ کہا اور حضرت موسیٰؑ نے اِس کے جواب میں فرمایا کہ "اگر تم عقل سے کام لو" اِس جواب کی بلاغت اور ادبیت کا اندازہ لگائیں کہ حضرت موسیٰؑ کوئی غیر شائستہ لفظ استعمال کئے بغیر اُن کے اصل عیب کو بتا رہے ہیں کہ حقیقتاً تمھارا اصل مرض یہ ہے کہ تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

***

اُن لوگوں میں شامل کر دُوں گا جو (میرے) قیدخانوں
میں پڑے سڑ رہے ہیں'' (۲۹) موسیٰؑ نے کہا: ''چاہے
میں تیرے سامنے کوئی بالکل ہی کھُلی ہوئی واضح
چیز (دلیل) پیش کر دُوں؟'' (۳۰) فرعون بولا ''اچھا
تو لا اُسے اگر تُو سچّا ہے'' (۳۱) پھر کیا تھا' موسیٰؑ
نے اَپنا ڈنڈا ایک دَم سے پھینک دیا۔ اوریکایک
وہ کھُلا ہوا ایک واضح اژدہا بن کر لہرانے لگا (۳۲)
پھر اپنا ہاتھ (جیب میں سے) کھینچا' تو وہ دیکھنے
ع ۲ ۴۴ ۶ والوں کے سامنے خوب چمکتا دمکتا ظاہر ہوا (۳۳)
فرعون اَپنے (اِرد گرد بیٹھے) بڑے بڑے
سرداروں سے کہنے لگا: ''یہ شخص تو یقیناً ایک
بڑا ہی ماہِرِ فن جادُوگر ہے (۳۴) جو چاہتا ہے کہ
اَپنے اِس جادُو کے زور پر تمھیں تمھارے اِس

الْمَسْجُوْنِيْنَ (۲۹)
قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ (۳۰)
قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۳۱)
فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ (۳۲)
ع ۲ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (۳۳)
قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ (۳۴)
يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا

---

۱ فرعون کا یہ کہنا کہ '' تاکہ تمھیں تمھارے ملک سے باہر نکال دے '' یا تو بنی اسرائیل سے خطاب تھا کہ تم اچھے خاصے چین سے ہماری غلامی کر رہے ہو اب یہ شخص تمھیں تمھارے گھروں سے نکال کر لے جانا چاہتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ فرعون کا مقصد اپنی قوم کو یہ بتانا ہو کہ موسیٰؑ کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ تم پر غلبہ حاصل کر کے جبراً تم کو تمھارے ملک سے نکال دے (تبیان - مجمع البیان)

اصل میں انسان کی جو اپنی فکر ہوتی ہے دوسروں کے بارے میں بھی وہی سوچتا ہے اِس لئے فرعون کے نزدیک تبلیغِ دین کا محرک بجز ملک گیری اور اقتدار دنیوی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

***

۲ مصری تمدن میں جادو اُس وقت تک سائنس کے اعلیٰ علوم میں شمار ہوتا تھا اور جادوگر کا مرتبہ وہی تھا جو آج کل سائنس دانوں کا مرتبہ ہوتا ہے۔

***

مُلک سے باہر نِکال پھینکے[1]۔ تو تم مجھے کیا رائے
دیتے ہو؟" (۳۵) درباریوں نے کہا: "آپ اِسے اور
اِس کے بھائی کو ذرا روکے رکھیئے۔ اور تمام
شہروں میں جمع کرنے والے آدمی بھیج دیجیئے (۳۶) جو
ہر سیانے، بڑے جادُو جاننے والے، ماہرِ فن جادُوگروں
کو آپ کے پاس جمع کرکے لے آئیں[2]" (۳۷) چنانچہ
ایک مُقرّر کیئے ہوئے دن وہ تمام جادُوگر جمع
کرلئے گئے (۳۸) اور لوگوں سے کہا گیا کہ "چاہو
تو تم سب بھی جمع ہو جاؤ۔" (یا) لوگوں سے
(مزاحاً) کہا گیا "کیا تم سب بھی جمع ہوجاؤگے؟ (۳۹)
شاید کہ ہم بھی اِنھیں جادوگروں کی پیروی کرنے
لگیں، اگر وہی غالب آنے والے ہیں" (۴۰) تو جب
وہ جادوگر آئے تو اُنھوں نے فرعون سے کہا:

تَأْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾
قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾
يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾
فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾
وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾
لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾
فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا

---

[1] جب فرعون عقلی دلیل سے حضرت موسیٰؑ کی بات رد نہ کرسکا تو غنڈہ گردی پر اتر آیا اور اپنے اقتدار سے ڈرانے دھمکانے لگا (تبیان)۔
مگر حضرت موسیٰؑ نے کچھ اس انداز سے اُس کے منہ میں لگام دی کہ اُس کا طنطنۂ شاہی دھیما پڑ گیا اور اُسے کہنا پڑا کہ اچھا جو کہتے ہو پیش کرو۔ فرعون کا یہ کہنا بتاتا ہے کہ اُسے اپنے موقف پر اعتبار نہ تھا۔ گویا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر تم سچے ثابت ہوئے تو مجھے ماننا پڑے گا۔ اگر معجزہ دیکھ کر بھی نہ مانا تو گویا خود اپنے ضمیر کی عدالت کے فیصلے کے مطابق بھی مجرم ثابت ہو گیا۔ (فصل الخطاب)

***

[2] امام رازی نے لکھا کہ "حیّہ" عربی میں ہر قسم کے سانپ کو کہتے ہیں اور "ثعبان" بڑے سانپ کو کہتے ہیں اور جان ہلکے پھلکے ہونا اور تیز رفتار ہونا بتاتا ہے (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ ﴿۴۱﴾
قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ اِذًا لَّمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ﴿۴۲﴾
قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰٓى اَلۡقُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ ﴿۴۳﴾
فَاَلۡقَوۡا حِبَالَهُمۡ وَعِصِيَّهُمۡ وَقَالُوۡا بِعِزَّةِ فِرۡعَوۡنَ
اِنَّا لَنَحۡنُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۴۴﴾
فَاَلۡقٰى مُوۡسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلۡقَفُ مَا يَاۡفِكُوۡنَ ﴿۴۵﴾

"اگر ہم غالب آئے تو ہمیں (کوئی بھاری) اِنعام
تو ضرور ملے گا؟ (یا) اگر ہم غالب آگئے تو کیا
ہمارے لئے کوئی خاص معاوضہ ہوگا؟" (۴۱) فرعون
نے کہا: "ہاں (کیوں نہیں)! اُس وقت تم یقیناً
میرے مُقرّبینِ بارگاہ (یا) قریبی درباریوں میں شامل
کئے جاؤ گے" (۴۲) موسیٰؑ نے کہا: "پھینکو جو تمھیں
پھینکنا ہے[1]" (۴۳) اُنھوں نے فوراً اپنی رسّیاں اور
لکڑیاں پھینک دیں اور چیخے: "فرعون کی عزّت و
جلال، جاہ و اقبال کی قسم[2]! ہم ہی جیتیں گے" (۴۴)
اِس پر موسیٰؑ نے اپنا ڈنڈا پھینک دیا۔ تو ایک دم
سے وہ اُن جھوٹے کرشموں کو نِگلتا اور ہڑپ کرتا
ہی چلا گیا (۴۵) پھر کیا تھا۔ تمام کے تمام جادُوگر
سجدہ میں گر پڑے[3] (۴۶) پکار اُٹھے: "مان گئے

[1] جادو فقط گناہ ہی نہیں بلکہ اس کے ڈانڈے کفر سے ملتے ہیں، حضرت موسیٰؑ نے جو جادوگروں سے جادو کرنے کو کہا تو آپ کا مقصد اُس کو رد کرنا تھا ظاہر ہے کہ جب تک جادوگر جادو نہ کرتے تو اُس کو رد کرنا کیسے ممکن ہوتا۔

***

[2] فرعون کی عزت کی قسم کھانا گویا ایسا ہی تھا جیسے آج کل میلوں ٹھیلوں میں زندہ باد یا فُلانے کے جیئے کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔

***

[3] جادوگروں کا سجدہ میں گر جانا اِس وجہ سے تھا کہ اُنہوں نے جان لیا تھا کہ جو کچھ حضرت موسیٰؑ نے کیا ہے ویسا جادو نہیں کر سکتا۔ اِسی لئے اُن کے دل اُن کے قابو میں نہ رہے اور اُن کی یہ کیفیت ہوئی کہ وہ منہ کے بل سجدہ میں گر گئے (تفسیرِ صافی صفحہ ۳۶۴)

***

www.drhasanrizvi.org

هم تمام جہانوں کے پالنے والے کو (۴۷) جو موسیٰؑ[1]
اور ہارونؑ کا پالنے والا مالک ہے" (۴۸)
فرعون نے کہا: "اس سے پہلے کہ میں تمھیں
اجازت دیتا تم نے اِسے مان لیا۔ ضرور یہی تمھارا
وہ بڑا گرُو ہے جس نے تمھیں جادُو سِکھایا ہے۔[2]
اَچھّا ابھی ابھی تمھیں حقیقت معلوم ہوئی جاتی
ہے۔ اب میں لازمی طور پر تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف
سِمتوں سے کٹواؤں گا اور تم سَب کے سَب کو سُولی
پر لٹکا دوں گا" (۴۹) جادُوگروں نے جواب دیا: "کوئی
پرواہ نہیں۔ (اُس وقت) یقیناً ہم اَپنے ہی پالنے
والے مالک کے پاس پلٹ کر پہنچ جائیں گے (۵۰) اور
ہمیں اُمّید ہے کہ ہمارا پالنے والا مالک ہماری
غلطیوں کو معاف کردے گا۔ اِس لئے کہ ہم

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (۴۶)
قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۴۷)
رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (۴۸)
قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ
عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۚ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ
وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۴۹)
قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۖ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (۵۰)
اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ

---

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ ایمان لانا صرف نبیؑ پر کافی نہیں ہوتا بلکہ نبیؑ کے وصی پر بھی ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے جادوگروں نے خدا پر ایمان لانے کے بعد موسیٰؑ کا ذکر کیا اور پھر ہارونؑ کا ذکر کیا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ "اے علیؑ! میرے پاس تمھارا وہی مقام ہے جو موسیٰؑ کے پاس ہارونؑ کا مقام تھا۔ سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"۔ (بخاری شریف باب فضائل علیؑ ابن ابی طالب)

***

[2] فرعون کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ تم نے موسیٰؑ کے ساتھ ساز باز کرلی ہے اور یہ کہ موسیٰؑ نے کچھ کرتب تو تم کو سکھا دیئے ہیں اور کچھ نہیں سکھائے اِس لئے موسیٰؑ تم پر غالب آگیا۔ فرعون کا مقصد یہ تھا کہ اُس کی قوم شک میں پڑجائے اور جادوگروں کی طرح موسیٰؑ پر ایمان نہ لے آئے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۴)

***

سَب سے پہلے اِیمان لائے ہیں"[1] ع ۵۱

پھر ہم نے موسیٰؑ کی طرف خُفیہ پیغام بطورِ
وحی بھیجا کہ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات
چَل کھڑے ہو۔ یقیناً تمھارا پیچھا کیا جائے گا ۵۲
اُدھر فرعون نے (فوجیں جمع کرنے کے لئے) تمام
شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دئے ۵۳ اور (کہلا
بھیجا) کہ "یہ کچھ تھوڑے سے مُٹھّی بھر لوگ ہیں ۵۴
اور اُنھوں نے ہم کو بہت ناراض کیا ہے ۵۵
اور ہم سب کو اُن سے خطرہ ہے (یا) ہم پُوری
طرح چوکنّا ہیں" ۵۶ غرض اِس طرح سے ہم نے
اُنھیں اُن کے گھنے سرسبز و شاداب باغوں بہتے
چشموں ۵۷ (بھرے) خزانوں اور اَچھّے اَچھّے شاندار
مکانوں سے نِکال باہر کیا ۵۸ اور اِس طرح ہم

الْمُؤْمِنِيْنَ ۵۱
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۵۲
فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۵۳
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۵۴
وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۵۵
وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۵۶
فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۵۷
وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۵۸

---

[1] جادوگروں کا کہنا کہ "ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ اُس محفل میں جہاں حضرت موسیٰؑ کا جادوگروں سے مقابلہ ہوا تھا، جادوگر سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۴، تفسیر کبیر)

ممکن ہے کہ جادوگروں کو یہ پتہ ہی نہ ہو کہ کچھ لوگ بنی اسرائیل سے پہلے ہی حضرت موسیٰؑ پر ایمان لا چکے ہیں۔ کیونکہ جادوگر تو دوسرے شہروں سے بلائے گئے تھے۔ اِس لئے انہوں نے سمجھا کہ ہم ہی حضرت موسیٰؑ پر سب سے پہلے ایمان لائے ہیں (فصل الخطاب)۔

***

www.drhasanrizvi.org

نے بنی اِسرائیل کو اُن کی سَب چیزوں کا وارِث و
مالک بنا دیا[۱] (۵۹)
غرض صُبح ہوتے ہی فِرعون والوں نے
بنی اِسرائیل کا پیچھا کیا (۶۰) تو جب دونوں جماعتیں
ایک دُوسرے کو دِکھائی دینے لگیں، تو موسیٰؑ کے
ساتھی چیخ اُٹھے: "لو ہم تو اب پکڑے گئے" (۶۱)
موسیٰؑ نے کہا: "ہرگز نہیں! میرے ساتھ تو
میرا پالنے والا مالک ہے۔ وہ عنقریب لازمی
طور پر مجھے سیدھا اور ٹھیک راستہ بتادے گا (یا)
میری رہنمائی ضرور فرمائے گا" (۶۲) فوراً ہی ہم نے
موسیٰؑ کی طرف اپنی وحی یا خُفیہ پیغام بھیج دیا کہ
"اپنے ڈنڈے کو دریا پر مارو۔" تو یکایک سمندر
پھٹ کر رہ گیا[۲] اور اُس کا ہر حِصّہ ایک بہت

كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝۵۹
فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝۶۰
فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا
لَمُدْرَكُوْنَ ۝۶۱
قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝۶۲
فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ
فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝۶۳

---

۱ مطلب یہ ہے کہ فرعون کی چھوڑی ہوئی چیزیں بنی اسرائیل کو حضرت داوٗد اور سلیمان کے زمانے میں ملیں نیز یہ کہ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ فرعون کے غرق ہونے کے بعد نبی اسرائیل مصر واپس آ گئے تھے (مجمع البیان)۔

یہ بھی ممکن ہے کہ نبی اسرائیل کے کچھ بوڑھے معذور لوگ جو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہجرت نہ کرسکے ہوں اور مصر میں رہ گئے ہوں فرعونیوں کے مرنے کے بعد اُن کے محلوں، باغوں پر قابض ہوگئے ہوں ۔(فصل الخطاب)۔

***

۲ قرآن کی اِس آیت کے باوجود نیچریوں کا یہ کہنا کہ یہ کوئی معجزہ نہ تھا بلکہ مدوجزر کا طبعی کرشمہ تھا کہ موسیٰؑ جب پہنچے تو سمندر اترا ہوا تھا اور فرعون جب آیا تو سمندر چڑھ چکا تھا یہ بات احمقانہ بھی ہے اور قرآن کی اِس آیت کے صریح خلاف بھی ہے ۔ (فصل الخطاب)۔

***

www.drhasanrizvi.org

بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا ﴿۶۳﴾ پھر ہم دُوسرے گروہ
(فرعونیوں) کو بھی قریب لے آئے ﴿۶۴﴾ اُدھر ہم نے
موسیٰؑ کو اور اُن سب لوگوں کو جو اُن کے ساتھ
تھے، (دریا پار لگا کے) بچا لیا ﴿۶۵﴾ پھر دُوسروں کو
ہم نے ڈبو کر رکھ دیا ﴿۶۶﴾ اِس واقعے میں یقیناً
ایک بہت بڑی نشانی، حقیقت اور دلیل ہے۔[1]
مگر اِن لوگوں میں کے اکثر ماننے والے ہی نہیں ہیں ﴿۶۷﴾
اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پالنے والا مالک
زبردست طاقت اور عزّت والا بھی ہے اور
ع ۴/۸ مسلسل بے حد رحم کرنے والا بھی[2] ع ﴿۶۸﴾
اور اُن کے سامنے ابراہیمؑ کا قِصّہ سُناؤ ﴿۶۹﴾
جب اُنھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں
سے پُوچھا: "آخر یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾
وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾
ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾
ع وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾
وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾

---

[1] محققین نے لکھا کہ اگر خدا چاہتا تو بغیر موسیٰؑ کے عصا مارے بھی سمندر میں راستہ بنا سکتا تھا مگر خدا یہ چاہتا تھا کہ حضرت موسیٰؑ کی عظمت کا اظہار ہو معلوم ہوا کہ خدا انبیاء اور اولیاء کی عظمت کا بیان اور اظہار پسند فرماتا ہے۔ (روح)

عرفاء کے نزدیک اولیائے خدا کی کرامات کا فلسفہ بھی یہی ہے۔ (تھانوی)

***

[2] "عزیز" کے معنی دشمن سے بدلہ لینے والا بھی ہے (تفسیرِ صافی صفحہ ۳۶۵)۔ خدا کی صفت عزیز یعنی عزت غلبہ اور طاقت والا ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جب چاہے جہاں چاہے سزا دے دے۔ مگر اُس کی صفتِ رحیمی کا تقاضا یہ ہے کہ مہلتِ اصلاح دے اور فوراً گرفت نہ فرمائے۔ (تفسیر کبیر امام رازی)۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾
قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾
اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾
قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾
قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾
اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾
فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾

پُوجا پاٹ کرتے رہتے ہو؟" ﴿۷۰﴾ اُنھوں نے کہا: "ہم
اِن مورتیوں کو پُوجتے ہیں۔ اور اِسی پر ہم جمے
بیٹھے ہیں (یا) اُنھیں کی سیوا میں ہم لگے رہتے
ہیں" ﴿۷۱﴾ اِبراہیمؑ نے پُوچھا: "جب تم اِنھیں پُکارتے
ہو تو کیا یہ تم لوگوں کی دعائیں سُنتی ہیں؟ ﴿۷۲﴾
یا تمھیں کِسی قسم کا کچھ فائدہ یا نقصان پہنچاتی ہیں؟" ﴿۷۳﴾
اُنھوں نے جواب دیا: "(نہیں) البتّہ ہم نے تو اَپنے
باپ داداؤں کو اَیسا ہی کرتے پایا ہے" ﴿۷۴﴾
ابراہیمؑ نے کہا: "کیا تم نے (کبھی آنکھیں کھول
کر بھی) اُن چیزوں کی طرف دیکھا ہے جن کی
بندگی یا غُلامی، ﴿۷۵﴾ تم اور تمھارے پچھلے باپ دادا
کرتے چلے آئے ہیں؟ ﴿۷۶﴾ حقیقتاً یہ سب میری نظر
میں میرے دُشمن ہیں۔ مگر ہاں تمام جہانوں کا

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

توریت میں ہے کہ "جب فرعون نزدیک ہوا اور بنی اسرائیل نے آنکھیں اُدھر کیں اور مصریوں کو اپنے پیچھے آتے دیکھا تو شدت سے ڈرے تب بنی اسرائیل نے خدا سے فریاد کی اور موسیٰؑ سے کہا کہ "کیا مصر میں قبروں کی جگہ نہ تھی کہ ہم کو وہاں سے بیابان میں مرنے کے لئے لایا گیا ہے تب موسیٰؑ نے اُن سے کہا "خوف نہ کرو۔ کھڑے رہو۔ اور خداوند کی نجات دیکھو جو آج کے دن وہ تمہیں دے گا کیونکہ اُن مصریوں کو جنھیں آج تم دیکھتے ہو تا ابد پھر نہ دیکھو گے۔ خداوند تمہارے لئے جنگ کرے گا اور تم چپ چاپ رہو گے (خروج ۱۴ ۱۱ --)۔

***

www.drhasanrizvi.org

الَّذِیۡ خَلَقَنِیۡ فَهُوَ يَهۡدِيۡنِ ﴿۷۸﴾
وَالَّذِیۡ هُوَ يُطۡعِمُنِیۡ وَيَسۡقِيۡنِ ﴿۷۹﴾
وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ ﴿۸۰﴾
وَالَّذِیۡ يُمِيۡتُنِیۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡنِ ﴿۸۱﴾
وَالَّذِیۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ يَّغۡفِرَ لِیۡ خَطِيۡٓـَٔتِیۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ ﴿۸۲﴾
رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُكۡمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ ﴿۸۳﴾
وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۸۴﴾

پالنے والا مالک ﴿۷۷﴾ وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔
پھر وہی مجھے سیدھا راستہ بھی دِکھاتا ہے ﴿۷۸﴾ وہی
مجھے کِھلاتا اور پلاتا ہے ﴿۷۹﴾ اور جب بیمار ہو جاتا
ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے[1] ﴿۸۰﴾ وہی مجھے موت دے گا
اور پھر زندگی عطا کرے گا ﴿۸۱﴾ اور اُس سے مجھے
یہ بھی اُمّید ہے کہ وہ بدلہ کے دِن میری غلطی
معاف کر دے گا (یا) خدا سے مجھے یہ اُمّید ہے
کہ قیامت کے دِن وہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ
لے گا[2] ﴿۸۲﴾ اَے میرے پالنے والے مالک! مجھے
عِلم و حکمت عطا فرما۔ اور مجھے نیک کام کرنے
والے لوگوں کے ساتھ مِلا دے ﴿۸۳﴾ (یا) میرا ذکرِ
(خیر) آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ اور
میرے لئے سچّائی کی زبان، آئندہ نسلوں میں

[1] محققین نے لکھا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیمار ہونے کی نسبت اللہ کی طرف نہیں دی۔ کیونکہ انسان اپنی ہی غلطیوں مثلاً کھانے پینے کی افراط تفریط سے یا خدا احکامات پر عمل نہ کرنے کے سبب سے بھی بیمار ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا کہ "جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے ہی اپنے کرتوت کی وجہ سے آتی ہے" (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۶)

***

[2] "غفر" ایسے لباس پہنا دینے کو کہتے ہیں کہ جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رکھ سکے اور اچھی طرح سے ڈھانپ لے۔

اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہے کہ انبیاءؑ سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ حقیقت میں یہ خدا کی عظمت کا احساس ہے جو اُن کو اپنی نیکیاں بھی کوتاہیاں معلوم ہوتی ہیں اور معصوم ہونے کے باوجود وہ اپنے کو غلطیوں سے بالاتر نہیں سمجھتے۔ یہ کمال بندگی کمال عجز اور کمال ہوشیاری کا نتیجہ ہے۔ (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾
وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾
وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾
یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾
اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾
وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾

قرار دے[۱] ﴿۸۴﴾ اور مجھے جنّت کے حق داروں یا مستحقین
میں شامل فرما ﴿۸۵﴾ اور میرے باپ کو بخش دے کہ
بلاشبہ وہ گمراہوں میں تھا ﴿۸۶﴾ اور اُس دن جب (سب) زندہ
کرکے اُٹھائے جائیں تو مجھے رُسوا نہ کرنا ﴿۸۷﴾ جس دن
نہ مال ہی کوئی کام آئے گا اور نہ اولاد ﴿۸۸﴾ سِوا
اُس کے جو اللہ کے سامنے پاک دل (قلبِ سلیم)
لئے ہوئے آئے (یعنی) اَیسا دِل ساتھ لائے جو
کُفر و شِرک، فِسق و فجور، نافرمانی اور ناشکری کے
اِرادوں اور خیالات سے پاک صاف اور محفوظ ہو ﴿۸۹﴾
(اُس دن) جنّت مُتّقین (یعنی) خدا کی
بڑائی سے متاثر ہو کر خدا کی ناراضگی یا بُرائی سے
بچنے والوں اور فرائضِ اِلٰہیہ کے اَدا کرنے والوں
کے قریب لے آئی جائے گی ﴿۹۰﴾ اور جہنّم سامنے لائی

[۱] حضرت علیؑ نے فرمایا "خدا کسی شخص کو سچائی کی زبان یا حقیقی اچھی شہرت یا نیک نامی عطا کرے تو وہ اُس مال سے بہتر ہے جسے وہ خود کھائے اور اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ جائے۔ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا میری اولاد میں سے ایک ایسے سچے انسان کو مقرر فرما جو میرے اصل دین کی تجدید کرے اور لوگوں کو اِس دین کی طرف دعوت دے جس کی طرف میں دعوت دیا کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے حقیقی مصداق محمدؐ، علیؑ اور اُن دونوں کی اولاد سے ائمہ طاہرینؑ ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۶ بحوالہ کافی و قمی)

دوسری آیت میں "علیا" کا لفظ از خود ذہن کو حضرت علیؑ کی طرف موڑتا ہے۔ اِس لئے یہ بات قابل انکار نہیں کہ "سچائی کی زبان" وہی انسان ہو سکتا ہے جو آخری رسولؐ کی سب سے پہلے تصدیق کرے۔ اُس کی حمایت کا دعوت ذوالعشیرہ میں اعلان کرے اور جسے خدا نے رسول کا "شاہد" بھی قرار دیا ہو اور جس کی وجہ سے رسولؐ کی جان محفوظ رہی ہو اور ابراہیمؑ کی دعا پایۂ تکمیل کو پہنچی ہو۔ (فصل الخطاب) ***

www.drhasanrizvi.org

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغٰوِينَ ﴿۹۱﴾
وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿۹۲﴾
مِنْ دُونِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ﴿۹۳﴾
فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿۹۴﴾
وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿۹۵﴾
قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿۹۶﴾
تَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ ﴿۹۷﴾

---

(۹۱) جائے گی گمراہوں اور بہکے ہوئے لوگوں کے
اور اُن سے کہا جائے گا: "اب کہاں ہیں وہ جن
کی تم بندگی، خدمت، عبادت یا پُوجا پاٹ کیا
کرتے تھے، (۹۲) خدا کو چھوڑ کر؟ کیا وہ تمھاری کچھ
مدد کر رہے ہیں؟ یا خود اپنا ہی کچھ بچاؤ کر
سکتے ہیں؟ (یا) خود اپنے لئے ہی کوئی مدد حاصل
کر سکتے ہیں؟"[۱] (۹۳) پھر اُن کے خدا اور یہ بہکے ہوئے
لوگ بار بار اوندھے مُنہ اُوپر تلے جہنّم میں دھکیل
دئے گئے[۲] (۹۴) اور شیطان کے سارے کے سارے
لشکر بھی (اُسی طرح جہنّم میں ٹھونس دئے
گئے) (۹۵) (پھر اُنھوں نے اپنے خداؤں سے) کہا جب
کہ اُن میں آپس میں خُوب جھگڑا بھی ہو رہا
تھا[۳] (۹۶) "خدا کی قسم! ہم تو کُھلی ہوئی گمراہی میں

---

[۱] معبودانِ باطل کی انتہائی بے بسی اور بے چارگی کا بیان ہے کہ وہ دوسروں کو تو کیا چھڑا سکیں گے وہ تو خود اپنے کو بچانے پر قادر نہ ہونگے (ماجدی)

***

[۲] "کبکبوا" کا مطلب بار بار اوندھے منہ گرانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب جہنم میں ڈالا جائے گا وہ کئی کئی بار اوندھے منہ گرایا جائے گا۔ یہاں تک کہ جہنم کی تہہ تک پہنچ جائے گا (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۶)

***

[۳] اہلِ دوزخ اور اُن کے جھوٹے خدا برابر ایک دوسرے سے لڑتے رہیں گے یہ جہنم کے اندر دوسری جنہم ہو گی۔

***

www.drhasanrizvi.org

پڑے تھے ﴿۹۷﴾ جب کہ ہم تم (جیسے بے کاروں اور
بے زوروں) کو تمام جہانوں کے پالنے والے مالک
کے برابر قرار دے رہے تھے ﴿۹۸﴾ اور ہمیں تو صرف
اِنھیں مجرموں (جھوٹے خداؤں نے) گمراہ کیا ﴿۹۹﴾
تو اَب نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے' ﴿۱۰۰﴾ اور نہ کوئی
جگری اور مہربان دوست[1] ﴿۱۰۱﴾ تو کاش ہمیں ایک
دفعہ پھر دُنیا میں پلٹنے کا موقع مِل جاتا' تو ہم
خدا و رسولؐ کو دِل سے ماننے والے 'مومنین'
میں سے ہو جاتے'' ﴿۱۰۲﴾

حقیقتاً اِس میں ایک بڑی دلیل اور نِشانی
ہے۔ مگر اُن میں کے اکثر لوگ ماننے والے نہیں ﴿۱۰۳﴾
اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تیرا پالنے والا مالک بڑا
زبردست طاقت والا' عزّت والا بھی ہے اور

اِذۡ نُسَوِّیۡکُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۸﴾
وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿۹۹﴾
فَمَا لَنَا مِنۡ شَافِعِیۡنَ ﴿۱۰۰﴾
وَلَا صَدِیۡقٍ حَمِیۡمٍ ﴿۱۰۱﴾
فَلَوۡ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾
اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَمَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰۳﴾

---

[1] اصل میں "صمیم" سخت گرم پانی کو کہتے ہیں اور اِسی اعتبار سے قریبی دوست کو بھی صمیم کہتے ہیں جو اپنے دوست کی حمایت میں سرگرم رہتا ہے۔ (لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صفحہ ۳۹۴)۔

***

www.drhasanrizvi.org

بے حد مسلسل رحم کرنے والا بھی (۱۰۴)
نوحؑ کی قوم نے بھی پیغمبروںؑ کو جھٹلایا[1] (۱۰۵)
جب اُن کے بھائی نوحؑ نے کہا کہ "آخر تم بُرائیوں
سے بچنے کی راہ اِختیار کیوں نہیں کرتے؟ (۱۰۶) میں
تمھارے لئے خدا کا پیغام لانے والا امانتدار رسول
ہوں (۱۰۷) تو اللہ سے ڈرتے ہوئے اُس کی ناراضگی
سے بچو اور میرا کہنا مانو (۱۰۸) میں تم سے کوئی معاوضہ
بھی تو نہیں مانگتا۔ (کیونکہ) میرا معاوضہ تمام
جہانوں کے پالنے والے مالک کے سِوا کسی پر (قرض)
نہیں (۱۰۹) تو اللہ سے ڈرو او میرا کہا مانو" (۱۱۰) اُنھوں
نے کہا: "کیا ہم تجھے مان لیں جب کہ تیرے
پیچھے چلنے والے تو نہایت ہی پست طبقے کے لوگ
ہیں"[2] (۱۱۱) نوحؑ نے کہا: "جو کچھ اُنھوں نے کیا ہے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (۱۰۴)
كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ (۱۰۵)
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (۱۰۶)
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (۱۰۷)
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (۱۰۸)
وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۰۹)
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (۱۱۰)
قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ (۱۱۱)

---

[1] محققین نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ جس کسی نے کسی ایک پیغمبرؑ کی تکذیب کی گویا اُس نے تمام انبیاءؑ اور مرسلین کی تکذیب کی۔ کیونکہ تمام انبیاءؑ کا پیغام تو بنیادی اعتبار سے ایک ہی ہوتا ہے۔ (تبیان)

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "یہاں تکذیب کرنے سے مراد اُن تمام انبیاءؑ کی تکذیب کرنا ہے جو حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان ہوئے تھے"۔ (مجمع البیان)

"اصل میں جاہل قومیں کسی ایک پیغمبر کی تکذیب نہیں کرتیں بلکہ وہ سرے سے تخیل توحید و رسالت ہی کی منکر ہوتی ہیں

***

[2] یہ پست ذہنیت بول رہی ہے، جو پیشے سے آدمی کی ذات پات اور مرتبے کو معین کرتے ہیں۔ اِس لئے حضرت نوحؑ نے جواباً

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

اُس کو میں کیا جانوں ؟ (١١٢) اُن کا حِساب کِتاب
اللہ کے سِوا کِسی پر نہیں' اگر تم عقل وشعور سے
کام لو (یا) کاش تم اِس بات کو سمجھتے (١١٣) اور میں
اِیمان لانے والے مومنین کو اپنے پاس سے بھگا
دینے والا تو نہیں ہوں (١١٤) میں تو صِرف اور صِرف
صاف صاف کھول کھول کر بُرے کاموں کے بُرے
انجام اور نتائج سے ڈرانے والا ہوں" (١١٥)
اُن لوگوں نے کہا: "اَے نوحؑ ! اگر تم باز نہ
آئے ' تو تمھیں لازمی طور پر سنگسار کر دیا جائے
گا" (١١٦) نوحؑ نے کہا: "اَے میرے پالنے والے
مالک ! میری قوم والوں نے مجھے جُھٹلا دیا ہے (١١٧)
اَب تو میرے اور اُن کے درمیان واضح فیصلہ
کر دے[1] اور مجھے اور اُنھیں جو میرے ساتھ (اَبدی

قَالَ وَمَا عِلۡمِيۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (١١٢)
اِنۡ حِسَابُهُمۡ اِلَّا عَلٰى رَبِّيۡ لَوۡ تَشۡعُرُوۡنَ (١١٣)
وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (١١٤)
اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ (١١٥)
قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ يٰنُوۡحُ لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمَرۡجُوۡمِيۡنَ (١١٦)
قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوۡمِيۡ كَذَّبُوۡنِ (١١٧)
فَافۡتَحۡ بَيۡنِيۡ وَبَيۡنَهُمۡ فَتۡحًا وَّنَجِّنِيۡ وَمَنۡ مَّعِيَ
مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (١١٨)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

فرمایا کہ مجھے اِس سے کیا مطلب کہ وہ کیا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں (تفسیر تبیان)۔
مجھے تو حق کی طرف دعوت دینا ہے جو اِس دعوت کو مانے گا وہ مومنین کی جماعت میں داخل ہو جائے گا اور اُس کا مرتبہ بلند ہو گا۔ پیشہ کسی کا مرتبہ نہ بلند کرتا ہے نہ کم کرتا ہے اور نہ پیشے کی وجہ سے میں کسی کو اپنے پاس سے ہٹا سکتا ہوں۔
عرفاء نے لکھا کہ اہل اللہ سے جو لوگ اِس لئے دور رہتے ہیں کہ وہ غریب یا ظاہری حیثیت سے کم تر پیشے اختیار کئے ہوتے ہیں وہ بھی اِس ذہنیت کا شکار ہیں۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ سب مسلمان بنیادی اعتبار سے برابر اور ہم سطح ہیں (روح)۔

***

[1] عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ جو شخص دین کو نقصان پہنچا رہا ہو اُس کے لئے بددعا کرنا صبر و حلم کے منافی نہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

حقیقتوں پر) اِیمان لائے ہیں، نجات عطا فرما" (۱۱۸)
چنانچہ ہم نے اُنھیں اور جو اُس بھری ہوئی کشتی
میں نوحؑ کے ساتھ تھے، نجات دے دی (۱۱۹) پھر
اُس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر ڈالا (۱۲۰) یقیناً
اس میں ایک بڑی نشانی اور دلیل ہے۔ پھر بھی
اُن میں سے اکثر اِیمان لانے والے نہیں ہیں (۱۲۱)
اور حقیقتاً تمھارا پالنے والا مالک بڑا زبردست
طاقت اور عزّت والا بھی ہے، اور بے حد مسلسل
رحم کرنے والا بھی (۱۲۲) ع
(اِسی طرح) قومِ عاد نے بھی رسولوںؑ کو
جھُٹلایا (۱۲۳) جب اُن سے اُن کے بھائی[۱] ہودؑ نے
کہا: "کیوں تم خدا سے ڈر کر بُرائیوں سے بچنے
کی روش اِختیار نہیں کرتے ؟[۲] (یا) تم بُرائیوں

فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَمَنۡ مَّعَهٗ فِى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ ۱۱۹
ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا بَعۡدُ الۡبٰقِيۡنَ ۱۲۰
اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً‌ ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۱۲۱
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۱۲۲ ع
كَذَّبَتۡ عَادُ اۨلۡمُرۡسَلِيۡنَ ۱۲۳
اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ هُوۡدٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ۱۲۴

۶ ع ۱۰/۸

۱؎ بھائی کہنے کا سبب ہم وطنی یا ہم نسلی ہے (قرطبی)

***

۲؎ حضرت ہودؑ کی تقریر سمجھنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت نوحؑ کی قوم کی تباہی کے بعد دنیا میں خدا نے اس قوم کو عروج عطا فرمایا تھا۔ انہیں جسمانی ساخت میں خوب مضبوط کیا تھا۔ کوئی دوسری قوم ان کی ٹکر کی نہ تھی۔ ان کا تمدن بڑا شاندار تھا۔ اونچے اونچے ستونوں کی بلند عمارتیں بناتے تھے۔ اس ساری ترقی نے ان میں بلا کا تکبر پیدا کر دیا تھا۔ ان کے احکام بڑے ظالم و جابر تھے۔ (تفہیم)۔

***

www.drhasanrizvi.org

کے بُرے انجام سے کیوں نہیں ڈرتے؟ (۱۲۴) میں
تمھارے لیے ایک اَمانت دار' خدا کا پیغام لانے
والا ہوں (۱۲۵) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا
مانو (۱۲۶) میں اِس کام کا تم سے کوئی معاوضہ بھی
تو نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو تمام جہانوں کے
پالنے والے مالک کے ذمّہ ہے[1] (۱۲۷) آخر کیوں تم
ہر اُونچی جگہ پر کوئی نہ کوئی لاحاصل یادگار بنا
لیتے ہو؟[2] (۱۲۸) اور بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو۔
گویا تم کو ہمیشہ ہمیشہ (اِسی دُنیا ہی میں) رہنا
ہے (۱۲۹) اور جب کِسی پر حملہ کرتے ہو (یا) کِسی پر
ہاتھ ڈالتے ہو تو جابر و ظالم بن کر حملہ کر دیتے
ہو[3] (۱۳۰) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اِطاعت
کرو (۱۳۱) ڈرو اُس سے جس نے تمھیں وہ کچھ دیا

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾
وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾
اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾
وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾
وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾
وَاتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

---

[1] مطالب کی بار بار تکرار شاید اِس لئے کی جارہی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ سارے انبیاءؑ کا پیغام اور طرز تبلیغ ایک ہی تھا (تھانوی)

***

[2] جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا " جو عمارت بنائی جائے گی وہ قیامت کے دن اپنے بنانے والے پر وبال ہوگی سوا اُس کے جو بنانے والے کی واقعی ضرورت ہو " (تفسیرِ صافی صفحہ ۳۶۷)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ مکان میں صرف شان و شوکت کے لئے کوئی تعمیر کرنا جس کی کوئی ضرورت نہ ہو خدا کی مرضی کے خلاف ہے

***

[3] مطلب یہ ہے کہ وہ اتنے غصے والے لوگ ہیں کہ لوگوں کو ناحق قتل کرتے ہیں (تفسیرِ صافی صفحہ ۳۶۷)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

ہے جسے تم خود جانتے ہو (١٣٢) تمھیں جانور دئے،
اولادیں دیں (١٣٣) باغ دئے اور چشمے دئے[1] (١٣٤) میں
تمھارے سلسلہ میں بہت بڑے ہولناک اور خطرناک
دِن کی سزا سے ڈرتا ہوں" (١٣٥) اُنھوں نے کہا: "تو
نصیحت کر یا نہ کر، ہمارے لئے سب برابر ہے (١٣٦)
یہ باتیں کچھ بھی نہیں ہیں، سِوا اگلے زمانے والوں
کی باتوں اور رسموں کے (یا) یہ باتیں تو اگلے زمانے
سے یوں ہی ہوتی ہی چلی آئی ہیں (یعنی تیری اِن
باتوں کی کوئی حقیقت نہیں) (١٣٧) اور ہم کسی عذاب یا
سزا (وغیرہ) میں گرفتار ہونے والے نہیں ہیں" (١٣٨)
غرض اُنھوں نے جُھٹلایا، تو ہم نے اُن کو ہلاک کر
ڈالا۔ یقیناً اِس میں ایک بڑی نشانی اور دلیل
ہے۔ مگر اُن میں کے اکثر لوگ ماننے والے نہیں ہیں (١٣٩)

مَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾
وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٣٤﴾
إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾
قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ﴿١٣٦﴾
إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٧﴾
وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿١٣٨﴾
فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ
أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

گویا قومِ عاد کی دوسری خصوصیت اُن کا ظلم اور تشدد تھا۔ آیت کا مطلب ایسی گرفت کرنا جس میں رحم نہ ہو۔ نہ اُس کی غرض تادیب ہو اور نہ انجام کار پر نظر ہو۔ البتہ جس گرفت میں یہ امور بوقت ضرورت ملحوظ خاطر رہیں وہ اصلاح ہے اور اخلاق کے منافی نہیں۔ (تھانوی)۔

***

[1] مطلب یہ ہے کہ تمھیں جو کثرتِ تعداد پر اور باغ و سبزہ زار پر ناز ہے تو یہ سب بھی تو خدا ہی کے عطیات ہیں نہ تمھارے پیدا کئے ہوئے ہیں اور نہ کسی دیوی دیوتا کی دین ہیں۔ قرآن میں توحید پر استدلال غربت اور افلاس سے بھی کیا ہے اور دولت اور مال سے بھی۔ یاد رہے کہ قومِ عاد عرب کے شاداب اور زرخیز علاقوں میں آباد تھی۔ یعنی یمن، حضرموت عراق اور خلیج فارس کے ساحل پر۔ (ماجدی)

***

اور حقیقتاً تمھارا پالنے والا مالک زبردست طاقت والا اور عزّت والا بھی ہے، اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا بھی [۱] ﴿۱۴۰﴾

ع ۷/۴۱

(اِسی طرح قومِ) ثمود نے بھی پیغمبروںؑ کو جھٹلایا ﴿۱۴۱﴾ جب اُن کے بھائی صالحؑ نے اُن سے کہا: "تم بُرے کاموں کے بُرے انجام سے کیوں نہیں ڈرتے؟ ﴿۱۴۲﴾ میں تمھارے لئے ایک اَمانت دار خدا کا پیغام لانے والا ہوں ﴿۱۴۳﴾ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ﴿۱۴۴﴾ میں اِس کام کا تم سے کوئی معاوضہ بھی نہیں طلب کرتا۔ میرا معاوضہ تو تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کے ذمّہ ہے ﴿۱۴۵﴾ کیا تم اِن سَب چیزوں میں جو یہاں ہیں، اطمینان کے ساتھ چھوڑ دئے جاؤ گے؟ ﴿۱۴۶﴾ اِن باغوں اور چشموں میں؟ ﴿۱۴۷﴾

ع وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾
وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾
فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾

---

[۱] خدا قہر و غلبہ اور عزت والا ہے ہلاک کرنے میں قوم نوحؑ کے۔ اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے نجات دینے میں نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کو۔ (مجمع البیان)۔

غرض خدا نے خود عزیز ---- عزت اور بے حد طاقت والا اُس قوم کی ہلاکت اور معذب ہونے کے لحاظ سے کہا ہے اور خود کو مہربان مہلت دینے اور ہدایت کے اسباب فراہم کرنے کے لحاظ سے کہا ہے، اور اِس میں ایک نشانی ہے اِس اعتبار سے کہا ہے کہ ان قصوں میں عبرتیں، نصیحتیں اور عقل والوں کے لئے سبق موجود ہیں۔ یہی عبرتیں آنکھیں کھولنے، ہوش میں آنے اور ہدایت پانے کا ذریعہ ہیں۔ اِس لئے حقیقتاً وہ خدا کے لطف و کرم کا نتیجہ ہیں (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾
وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾
وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾
الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾
قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾
مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾

اِن کھیتوں اور کھجوروں کے درختوں میں ،جن کے
خوشے رَس بھَرے اور شگوفے نازک نازک ہیں؟ ﴿۱۴۸﴾
تم پہاڑ کھود اور تراش کر، اِتراتے ہوئے بڑے
چَین و سکون کے ساتھ اَپنے مکانات بناتے ہو[۱] ﴿۱۴۹﴾
تو اللہ کے احسانات اور عظمت سے متأثر ہو کر اُس
کی ناراضگی سے بچو اور میرا کہنا مانو ﴿۱۵۰﴾ اور اُن
بے لگام، حد سے بڑھ جانے والوں کے کہنے پر نہ
چلو ﴿۱۵۱﴾ جو زمین میں فساد اور خرابیاں پھیلاتے
ہیں اور اِصلاح کا کوئی کام نہیں کرتے[۲]" ﴿۱۵۲﴾ اُنھوں
نے جواب دیا: "تجھ پر تو کسی نے سخت جادُو کر
دیا ہے[۳] ﴿۱۵۳﴾ تو ُہم جیسے ایک آدمی کے سِوا اور کیا
ہے؟ لا کوئی نِشانی اگر توُ سچّا (پیغمبرؑ)[۴] ہے" ﴿۱۵۴﴾
صالحؑ نے (ایک پہاڑ کے ٹیلے کو اِشارہ کیا جو

ف[۱] یاد رہے کہ قوم ثمود عرب کے شمالی اور مغربی علاقوں میں آباد تھی جو بہت سرسبز و شاداب علاقے تھے

***

ف[۲] ۔ فساد فی الارض ۔ یعنی زمین پر خرابیاں خدا کے قانون کو نہ ماننے سے پیدا ہوتی ہیں ۔ ہر قسم کی قتل و غارت گری ، فحاشی ، بدکاری ، خیانت ، ظلم ، رشوت ، غضب ، ایذارسانی کے دروازے کھلتے ہیں جھوٹ اور بے ایمانی کا بازار گرم ہوتا ہے ۔ وسائل بے جا صرف ہوتے ہیں ان سب خرابیوں کو قرآن نے فسادفی الارض کا نام دیا ہے اور یہ لوگوں ہی کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتا ہے ۔

***

ف[۳] ۔ مسحرین ۔ کے معنی بار بار جادو یا آسیب میں مبتلا ہونے والا (تبیان) دوسرے معنی دھوکے باز یا دھوکہ کھایا ہوا ۔ (مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

یکایک ایک اُونٹنی بن کر چلتا ہوا نِکل آیا تو فرمایا)
"یہ ایک اُونٹنی ہے ۔ ایک دِن (سارا) پینے کا پانی
اِس کے لئے ہو گا اور ایک مقرّرہ دِن تمھیں پانی
لینے کا حق ہو گا (۱۵۵) اور (خبردار) اِسے کوئی تکلیف[1]
نہ پہنچانا ' ورنہ تم کو بہت بڑے دن والا سخت
عذاب آپکڑے گا" (۱۵۶) مگر اُنھوں نے اُس کے
پیروں کے پیچھے کے پٹّھے کاٹ ڈالے اور پھر بہت
پچھتائے[2] (۱۵۷) پھر اُن کو عذاب نے آن پکڑا ۔ حقیقتاً
اِس میں بھی ایک نِشانی اور دلیل ہے ۔ مگر اُن
میں کے اکثر ماننے والے نہیں (۱۵۸) اور یہ حقیقت ہے
کہ تمھارا پالنے والا مالک بڑا زبردست طاقت
والا ' عِزّت والا بھی ہے اور بے حد مسلسل رحم
کرنے والا بھی (۱۵۹) ع

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ
مَّعْلُوْمٍ (۱۵۵) ع
وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۱۵۶)
فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ (۱۵۷) لا
فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ
اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۵۸)
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (۱۵۹) ع

---

[1] لفظ "سوء" کے لغوی معنی برائی تکلیف
- آفت - گناہ - براکام اور عیب کے ہوتے
ہیں -
علامہ سید مرتضیٰ زبیری نے لکھا کہ یہ
لفظ آفات و امراض کا ایک جامع نام ہے
(تاج العروس فصل السین) -

***

[2] عرب میں دستور تھا کہ اونٹ کو ذبح
کرنے سے پہلے اُس کے پاؤں کے پٹھے پیچھے
سے کاٹ دیتے تھے تاکہ وہ بھاگ نہ سکے اور
حملہ نہ کر سکے پھر اُس کو نحر کرتے تھے -
(لغات القرآن نعمانی جلد ۴ صفحہ ۳۳۵) -
دلائل النبوۃ میں حضرت عمار بن یاسر
سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت
علیؑ سے پوچھا کہ " میں تمھیں بتاؤں کہ
" اشقی الناس " (یعنی) سب سے بدترین اور
بدبخت آدمی کون ہے " - حضرت علیؑ نے
عرض کی " ضرور بتلائیں " رسول خداؐ نے
(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ع ۸ / ۱۹ / ۱۲

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾
اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾
وَمَآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾
اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾
وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ

(اِسی طرح) لوطؑ کی قوم نے خدا کے پیغام لانے
والوں کو جُھٹلایا ﴿١٦٠﴾ جب اُن کے بھائی لوطؑ نے
اُن سے کہا تھا: "کیا تم بُرے کاموں کے بُرے انجام
سے ڈرتے نہیں؟ ﴿١٦١﴾ میں تمھارے لئے ایک
اَمانت دار خدا کا پیغام لانے والا ہوں ﴿١٦٢﴾ لہٰذا
تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ﴿١٦٣﴾ میں تم سے
اس کام کی اُجرت بھی نہیں مانگتا۔ میری اُجرت
تو تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کے ذمّہ
ہے ﴿١٦٤﴾ اَرے تم دنیا جہان کی مخلوق میں سے
مَردوں سے جنسی تعلّقات قائم کرتے ہو؟ ﴿١٦٥﴾
اور اپنی بیویوں کو جنھیں تمھارے پالنے والے
مالک نے تمھارا شریکِ زندگی ہونے کے لئے
پیدا کیا ہے، اُنھیں چھوڑے ہوئے ہو؟ (یا)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

فرمایا۔ "وہ دُو آدمی ہیں ایک قوم ثمود کا سرخ رنگ کا انسان جس نے ناقۂ صالح کی کونچیں کاٹی تھیں اور دوسرا وہ شخص جو تمہارے سر پر ضرب مارے گا جس سے تمہاری داڑھی تمہارے خون سے تر ہو جائے گی" (لغات القرآن نعمانی جلد ا صفحہ ۱۰۷)

ناقۂ صالح کو قتل کرنے والوں کی شرمندگی اس لئے کام نہ آئی کہ اُنہوں نے اپنے گناہ کی تلافی ایمان سے نہ کی۔ اِسی لئے عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ توبہ کے لئے صرف طبعی ندامت کافی نہیں بلکہ عقلی ندامت بھی ضروری ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

***

www.drhasanrizvi.org

أَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾
قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾
رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

تمھارے پالنے والے مالک نے جو (لُطف ولذّت)
تمھاری بیویوں میں تمھارے لئے رکھّی ہے ، اُسے
چھوڑے ہوئے ہو ؟ بلکہ تم حد سے گزُر جانے والے
لوگ ہو[1]" ﴿۱۶۶﴾ اُنھوں نے کہا : "اَے لوطؑ ! اگر تُو
اِن باتوں سے باز نہ آیا ، تو تجھے نکال باہر کیا
جائے گا" ﴿۱۶۷﴾ لوطؑ نے کہا : "میں تو حقیقتاً تمھارے
بُرے کاموں سے نفرت اور دُشمنی رکھنے والوں اور
اُن پر کُڑھنے والوں میں سے ہوں ﴿۱۶۸﴾ اَے میرے
پالنے والے مالک ! مجھے اور میرے گھرانے والوں
کو اُس کام سے جو یہ کرتے ہیں نجات دے (یا)
مجھے اور میرے اہل وعیال کو اِن کی بدکرداریوں
سے بچالے" ﴿۱۶۹﴾ تو ہم نے اُنھیں اور اُن کے سب
گھر والوں کو بچا لیا ﴿۱۷۰﴾ سوا ایک بُڑھیا کے جو

[1] آج بھی بہت سی مہذب قومیں ہم جنس پرستی کی بدفعلیوں میں مبتلا ہیں ۔ اور خدا ایسے لوگوں کو (قوم عادون) یعنی حد سے گزر جانے والے لوگ کہنا بتاتا ہے کہ اُن کی بدفعلیوں کا اصل سبب فطری یا طبعی جنسی خواہش نہ تھی ۔ یہ صرف نفس کی خباثت اور طبیعت کا شیطانی میلان تھا ۔ جس کے سبب انہوں نے فطری حدوں کو توڑ کر یہ غیر فطری طریقہ اختیار کیا تھا ۔ حقیقتاً یہ جرائم پیشہ مجرمانہ ذہنیت کے Perverted لوگ تھے جن کی ذہنیت مسخ ہو چکی تھی ۔ آج بھی بہت سے ماہرین یہ ثابت کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں کہ ہم جنس پرستی فطری عمل ہے ، یہ اُن کی مسخ ذہنیت ہے ۔

***

www.drhasanrizvi.org

پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی (۱۷۱) پھر باقی
لوگوں کو ہم نے تباہ و برباد کر کے تہس نہس
کر ڈالا (۱۷۲) اور اُن پر ایک بڑی ہولناک اور
خوفناک بارش برسا دی، جو بہت ہی بُری بارش
تھی، جو اُن ڈرائے جانے والوں پر خُوب خُوب
برسی[۱] (۱۷۳) حقیقتاً اِس میں ایک (سبق آموز) نِشانی
اور دلیل ہے۔ لیکن اُن میں کے زیادہ تر لوگ
ماننے والے نہیں (۱۷۴) اور واقعاً تمھارا پالنے والا
مالک بڑا زبردست طاقت والا، عزّت والا
بھی ہے اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا بھی (۱۷۵) ع ۹ | ۱۶ | ۱۲
'ایکہ' کے رہنے والوں[۲] نے بھی خدا کے پیغام لانے
والے رسولوںؑ کو جھٹلایا (۱۷۶) جب اُن سے شعیبؑ
(پیغمبرؑ) نے کہا: ''کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟ (یا)

إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ (۱۷۱)
ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ (۱۷۲)
وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ (۱۷۳)
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۷۴)
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (۱۷۵) ع
كَذَّبَ أَصْحَابُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ (۱۷۶)

---

[۱] بڑھیا سے مراد حضرت لوطؑ کی بیوی ہے (جلالین) اور بڑی ہولناک بارش سے مراد خاص پتھروں کی بارش ہے۔ (مجمع البیان)

***

[۲] قرآن میں دوسری جگہ حضرت شعیب کی سکونت کا مقام مدین بتایا گیا ہے۔ یہ "ایکہ" کے جنگلات ممکن ہے کہ مدین ہی کے اطراف میں ہوں (جلالین) اِس کا ذکر پہلے سورۂ حج میں بھی آ چکا ہے۔ کیونکہ حضرت شعیب وہاں کے لوگوں میں سے نہیں تھے اِس لئے اُن کو اُس قوم کا بھائی (اخوھم) نہیں فرمایا گیا (جلالین)
اِسی لئے حضرت موسیٰؑ کے لئے بھی یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا، کیونکہ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل سے تھے اور فرعون قبطی قوم کا تھا۔ (تبیان)

***

www.drhasanrizvi.org

کیا تم بُرے کاموں کے بُرے انجام سے ڈر کر بُرائی
سے نہیں بچتے؟ (۱۷۷) میں تمھارے لئے ایک امانتدار
خدا کا پیغام لانے والا رسولؐ (بن کر آیا) ہوں (۱۷۸)
پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو (۱۷۹) میں اِس
کام کا تم سے کوئی معاوضہ بھی تو نہیں مانگتا۔ میرا
معاوضہ تو تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کے
ذمّہ ہے (۱۸۰) ناپ پوُری پوُری کیا کرو اور نقصان
پہنچانے والے نہ بنو (یا) کم تول کر دینے والوں
میں سے نہ بنو (۱۸۱) ٹھیک اور درست ترازو سے
تولو[1] (۱۸۲) اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو اور
زمین میں فساد اور خرابی پھیلاتے نہ پھرو (۱۸۳) اور
اُس ذات سے ڈرو جس نے تمھیں اور پچھلی نسلوں
کو پیدا کیا ہے" (۱۸۴) اُنھوں نے کہا: "تُو تو بس ایک

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾
اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾
وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾
اَوْفُوا الْكَیْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿۱۸۱﴾
وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿۱۸۲﴾
وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ
مُفْسِدِیْنَ ﴿۱۸۳﴾
وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۸۴﴾

[1] یعنی ڈنڈی نہ مارا کرو اور تولنے کے باٹوں میں گڑبڑ نہ کیا کرو۔ اصل میں یہ زراعت پیشہ اور تجارت پیشہ قوم تھی جو کاروباری بددیانتی میں بہت آگے بڑھ چکی تھی۔ اِس جگہ تجارتی دیانت داری کی تعلیم دی جا رہی ہے کیونکہ کاروبار میں خیانت رزق کو حرام اور معاشرے کو تباہ کر دیتی ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۹۸ بحوالہ تفسیر قمی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾

قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾

سخت جادُو کیا ہوا سحرزدہ آدمی ہے۔ اور تُو ہے کیا سِوا ہم ہی جیسا ایک آدمی ﴿١٨٥﴾ اور ہم تو تجھے بالکل جھُوٹے آدمیوں میں شمار کرتے ہیں (یا) ہم تجھے بالکل جھوٹا آدمی سمجھتے ہیں ﴿١٨٦﴾ اگر تو سَچّا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گِرا دے" ﴿١٨٧﴾ شعیبؑ نے فرمایا: "جو کچھ بھی کہ تم کر رہے ہو اُس سے میرا پالنے والا مالک خُوب واقف ہے" ﴿١٨٨﴾ غرض اُنھوں نے شعیبؑ کو جھُٹلا دیا تو چھتری والے دن کا عذاب اُن پر آگیا۔ اور حقیقتاً وہ ایک بہت ہی سخت اور خوفناک دن کا عذاب تھا[1] ﴿١٨٩﴾

حقیقت یہ ہے کہ اِس میں بھی ایک نِشانی اور دلیل ہے۔ مگر اُن میں کے اکثر ماننے والے نہیں ہیں ﴿١٩٠﴾ حقیقتاً تمھارا پالنے والا مالک زبردست

[1] اِس سے گرمی اور سخت گرم ہوا چلنے کے دن مراد ہیں۔ (تفسیرِ صافی صفحہ ٣٦٨ بحوالہ تفسیرِ قمی)۔

جب اُن لوگوں کو سخت گرمی کا احساس ہوا تو وہ گھروں سے نکلے اور ایک بادل کی طرف بڑھے جو نہی اُس بادل نے اُن پر سایہ کیا تو خدا نے اُن پر عذاب بھیج دیا۔

چھتری یا سائبان کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ ابر نمودار ہوا جو سائبان یا چھتری جیسا تھا۔ لوگ جو دھوپ کی شدت سے بے قرار تھے تیزی سے دوڑے کہ اُس کے سائے سے سکون حاصل کریں۔ جب سب اُس کے نیچے آگئے تو اُس میں سے پانی کے بجائے خوب اچھی طرح آگ برسی۔ جس نے اُن کو جلا کر راکھ کر دیا۔ (جلالین)۔

کیونکہ یہ عذاب پوری تاریخ میں ایک مثالی حیثیت رکھتا تھا اس لئے فرمایا کہ "وہ ایک بڑے سخت دن والا عذاب تھا" (مجمع البیان)۔

***

www.drhasanrizvi.org

طاقت والا، عزّت والا بھی ہے اور بے حد مسلسل
رحم کرنے والا بھی (۱۹۱)
یہ حقیقت ہے کہ یہ (قرآن) تمام جہانوں کے
پالنے والے مالک کی طرف سے اُتاری ہوئی چیز
ہے (۱۹۲) جسے ایک امانت دار روحؑ (روح الامینؑ)[1]
نے آپؐ کے دل پر اُتارا ہے (۱۹۳) تاکہ آپؐ اُن لوگوں
میں شامل ہو جائیں جو (خدا کی طرف سے خدا کی
مخلوق کو خدا کی ناراضگی یا بُرائی کے بُرے انجام سے)
ڈرانے والے ہیں (۱۹۴) وہ بھی صاف صاف، مُناسبِ
حال، فصیح و بلیغ زبان میں۔ (یا) صاف اور واضح
عربی زبان میں[2] (۱۹۵) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب
کچھ پچھلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے[3] (۱۹۶)
کیا اِن کے لئے یہ ثبوت کافی (ثبوت) نہیں ہے

ع ۱۴

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (۱۹۱)
وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۹۲)
نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۱۹۳)
عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (۱۹۴)
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (۱۹۵)
وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (۱۹۶)
اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ

[1] روح الامین سے مراد جبرئیلؑ ہیں جو خدا کے کلام کے امین یعنی امانت دار ہیں (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۸۔ مجمع البیان)

***

[2] حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "خدا نے کوئی کتاب یا وحی نہیں نازل کی مگر عربی زبان میں۔ مگر ہر نبی کے کان میں وہ آواز اُن کی قوم کی زبان میں پہنچتی تھی اور ہمارے نبیؐ عربی میں سنتے تھے اور عربی ہی میں سناتے تھے۔

***

[3] یہاں قرآن کا زبر الاولین پچھلی کتابوں میں ہونا ارشاد ہوا ہے اِس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ قرآن پچھلی کتابوں میں بجنسہ عربی زبان میں تو نہ تھا۔ اِس لئے قرآن کا اطلاق غیر عربی کے قرآن یعنی قرآن کے ترجمے پر بھی صادق آتا ہے (جصاص۔ مدارک)۔ اِسی بنیاد پر امام ابو حنیفہ نے تو نماز بھی فارسی ترجمہ میں پڑھنا جائز قرار دی تھی۔ (روح۔ ماجدی) لیکن بعد میں امام نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا۔ (روح)

***

www.drhasanrizvi.org

إِسْرَآءِيلَ ﴿١٩٧﴾
وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾
فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾
كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِىْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾

کہ اِسے بنی اِسرائیل کے پڑھے لِکھے لوگ تک جانتے ہیں؟ ﴿۱۹۷﴾ اگر ہم اِس قرآن کو کِسی غیرِعرب عجمی اِنسان پر اُتار دیتے ﴿۱۹۸﴾ اور وہ (یہ فصیح و بلیغ عربی قرآن) اُن کو پڑھ پڑھ کر سُناتا، تب بھی یہ لوگ اِسے مان کر نہ دیتے[1] ﴿۱۹۹﴾ اِس طرح ہم نے اِس (قرآن) کو مُجرموں، بداعمالوں کے دلوں میں (لوہے کی گرم سلاخ بنا کر) گزُارا ہے (یعنی یہ قرآن اُن کے دلوں کو اِسی طرح تکلیف دیتا ہے جیسے کِسی کے دل میں سے لوہے کی گرم سلاخ گزار دی جائے) (یا) ہم نے اِسی طرح اِس (اِیمان نہ لانے) کو اِن نافرمانوں کے دِلوں میں ڈال رکھا ہے ﴿۲۰۰﴾ وہ اِس کو ماننے والے نہیں، جب تک کہ وہ سخت تکلیف دینے والی سزا کو اپنی آنکھوں سے (آتا)

[1] منکرین کے ایمان لانے سے اس قدر مایوسی کا اظہار غالباً رسول خداؑ کو تسلی دلانے کے لئے ہے۔ عجمی اور اعجمی میں فرق یہ ہے کہ عجمی غیر عرب کو کہتے ہیں اور اعجمی ہر غیر فصیح کو کہتے ہیں چاہے وہ عرب ہو یا غیر عرب ہو۔

شاہ عبدالقادر نے لکھا "کافر کہتے تھے کہ قرآن آیا ہے عربی زبان میں اور اس نبیؐ کی زبان بھی عربی ہے شاید آپ ہی کہتا (بناتا) ہے۔ اگر غیر زبان والے پر عربی میں آتا تو ہم یقین کرلیتے۔ فرمایا دھوکے والے کا جی کبھی نہیں ٹھہرتا (اگر عربی میں نہ آتا) تو یہ شبہ نکالتے کہ کوئی ہے جو سکھا جاتا ہے (موضح القرآن)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "اگر قرآن غیر عرب پر اترتا تو عرب اسے ہرگز نہ مانتے مگر اب جب کہ قرآن عرب پر اترا مگر غیر عرب اسے مانتے ہیں تو اس سے غیر عربوں کی عربوں پر فضیلت ثابت ہوئی" (تفسیر علی بن ابراہیم)

***

www.drhasanrizvi.org

نہ دیکھ لیں[1] ﴿۲۰۱﴾ اور وہ سزا اُن پر ایک دَم سے
سے آپڑے گی، اِس حالت میں کہ اُنھیں اُس کے
آنے کا نہ احساس ہی ہوگا اور نہ خبر ہوگی ﴿۲۰۲﴾
اُس وقت وہ (بس اِتنا) کہیں گے: "کیا اَب ہمیں
کچھ مُہلت مِل سکتی ہے؟" ﴿۲۰۳﴾ تو کیا اَب یہ لوگ
ہمارے عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں؟ ﴿۲۰۴﴾
کیا تم نے غور کیا، کہ اگر ہم اُنھیں برسوں عیش
اُڑانے اور فائدے اُٹھانے کا موقع (دوبارہ) بھی
دے دیں ﴿۲۰۵﴾ اور پھر وہی چیز اُن پر آجائے جس
سے اُنھیں ڈرایا جا رہا ہے ﴿۲۰۶﴾ تو یہ سب دُنیا کا
سازوسامان جس سے وہ فائدہ اُٹھاتے رہے ہیں،
اُس دن اُن کے کِس کام آئے گا؟" ﴿۲۰۷﴾ اور ہم نے
کسی بستی کو اِس کے بغیر ہلاک نہیں کیا کہ اُن کے

فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾
فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾
أَفَرَءَيْتَ إِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾
ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾
مَآ أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾

---

[1] مطلب یہ ہے کہ کافروں، منکروں کو قرآن کی حقانیت کا احساس ہے جو ہمارے ہی دیئے ہوئے ضمیر کا فطری تقاضا ہے مگر یہ لوگ سب کچھ جاننے سمجھنے کے باوجود اُسے مانتے نہیں (تبیان)

یہ مطلب بھی لکھا گیا کہ ہم قرآن کو اُن کے دلوں میں سے گزارتے ہیں مگر کیونکہ وہ حق کو ماننا ہی نہیں چاہتے اس لئے وہ اُن کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور وہ اُس کو ماننے کو تیار نہیں ہوتے (مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

لئے عذابِ الٰہی سے ڈرانے والے ، بُرے کاموں
کے بُرے انجام سے خبردار کرنے والے ۲۰۸ حق نصیحت
ادا کرنے کو موجود تھے (کیونکہ) ہم کبھی ظالم نہیں
رہے (یہ آیت خدا کے عدل پر گواہ ہے) ۲۰۹
اِس (قرآن) کو شیطانوں نے نہیں اُتارا ۲۱۰
یہ کام نہ تو اُن پر کھپ سکتا ہے اور نہ سج سکتا
ہے اور نہ ہی وہ ایسا کر سکتے ہیں ۲۱۱ حقیقتاً وہ
تو اِس کو سُننے تک سے روک دئے گئے ہیں (یا)
اِس سے بہت دُور رکھے گئے ہیں ۲۱۲ پس اللہ کے
ساتھ کسی دُوسرے خدا کو نہ پُکارو۔ ورنہ تم بھی
سزا پانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے ۲۱۳
اَب آپؐ اَپنے قریب ترین رِشتہ داروں کو
بُرائی کے بُرے انجام سے ڈرائیے[۱] ۲۱۴ اور اِیمانداروں

وَمَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنۡذِرُوۡنَ ۲۰۸
ذِكۡرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ۲۰۹
وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ ۲۱۰
وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهُمۡ وَمَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ۲۱۱
اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ ۲۱۲
فَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِيۡنَ ۲۱۳
وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۲۱۴

[۱] یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی۔ حضور اکرمؐ نے تمام بنی ہاشم کو جو کل چالیس آدمی تھے جمع کیا۔ اُن میں کا ہر ایک پورے کا پورا بکرا کھا جاتا تھا مگر اُن کے لئے تھوڑا سا کھانا تیار کروایا۔ اُسی کو سب نے کھایا اور سیر ہو گئے پھر آنحضرتؐ نے اپنی نبوت کا اعلان کرنا چاہا تو ابو لہب نے کہا کہ "محمدؐ نے تم پر جادو کیا ہے"۔ اِس پر سب وہاں سے چلے گئے دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ تیسرے دن پھر رسول نے وہی سوال دہرایا کہ کون میری مدد کرے گا؟ جو میری مدد کرے گا وہی میرا وزیر، میرا وصی، میرا خلیفہ ہو گا"۔ اِس پر حضرت علیؑ جو سب سے کم عمر تھے جن کی پنڈلیاں پتلی اور مالی حیثیت کمزور تھی کھڑے ہو گئے عرض کی "یا رسول اللہؐ میں حاضر ہوں" رسول خداؐ نے فرمایا "بے شک تم ہی میرے وزیر، میرے وصی اور میرے خلیفہ ہو" (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۸ بحوالہ تفسیر قمی و تمام مورخین)

***

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾
فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾
وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾
الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾
وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾
إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾

مومنین میں سے جو لوگ آپؐ کی پیروی اختیار کریں، اُن کے لئے اَپنا بازُو جُھکائے رکھیئے[1] (یعنی) اُن کے ساتھ بازو جُھکا کر تواضع اور اِنکساری سے اُن کا احترام کیجئے ﴿٢١٥﴾ لیکن اگر وہ آپؐ کا کہنا نہ مانیں تو آپؐ اُن سے فرما دیں کہ: "جو کچھ بھی کہ تم کرتے ہو، میں اُس سے بے تعلّق اور بری الذّمہ ہوں" ﴿٢١٦﴾ اور اُس زبردست طاقت والے، عزّت والے اور بے حد مسلسل رحم کرنے والے (خدا) پر بھروسہ کیجئے ﴿٢١٧﴾ جو آپؐ کو اُس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپؐ کھڑے ہوتے ہیں ﴿٢١٨﴾ اور سجدہ کرنے والے لوگوں میں آپؐ کی نقل و حرکت اور آنے جانے پر بھی نگاہ رکھتا ہے[2] ﴿٢١٩﴾ اور حقیقتاً وہی سب کچھ سُننے والا اور بڑا جاننے والا ہے ﴿٢٢٠﴾

[1] "بازو جھکانا" عربی زبان میں تواضع اور اخلاق سے پیش آنے کے لئے آتا ہے (مجمع البیان) مگر حضور اکرمؐ نے اس مجاز کو فتح مکہ کے وقت حقیقت بنا دیا جب مُتبع کامل حضرت علیؑ کو بتوں کو توڑنے کے لئے اپنے کاندھے جھکا کر کاندھوں پر بلند کیا اور اِس طرح کعبہ کی طہارت کی تکمیل فرمائی (فصل الخطاب)

[2] "آپ کی گردش سجدہ کرنے والوں میں" کا پہلا مطلب یہ ہے کہ آپؐ جو نماز گزاروں میں مختلف حالتوں میں گردش فرماتے ہیں اُسے اللہ دیکھتا ہے (جلالین فتح الرحمن)

حضرت امام جعفر صادقؑ اور ابنِ عباس سے منقول ہے کہ "اِس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خداؐ کا نور انبیاء کے صلب میں منتقل ہوتا رہا۔ یعنی آپ کا نور ایک نبی سے دوسرے نبی تک حلال یعنی نکاح کے ذریعے منتقل ہوتا رہا۔ پھر خدا نے اُس کو آپ کے والد ماجد کی پشت سے نکالا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ ﴿٢٢١﴾
تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ﴿٢٢٢﴾
یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿٢٢٣﴾
وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾
اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾
وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ

کیا میں تمھیں بتاؤں کہ شیطان کِس پر اُترتے
ہیں ؟ ﴿٢٢١﴾ وہ اُترتے ہیں ہر جھوٹی تہمت لگانے والے،
گناہگار، جعل ساز، بدکار لپاڑئے پر ﴿٢٢٢﴾ جو (گندی
غلط باتیں) غور سے سنتے ہیں (یا) سُنی سُنائی باتیں
کانوں میں پھونکتے ہیں، اور اُن میں کے اکثر جھوٹے
ہوتے ہیں ﴿٢٢٣﴾ رہے شاعر، تو اُن کے پیچھے تو بہکے ہوئے
گمراہ لوگ چلا کرتے ہیں ﴿٢٢٤﴾ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ
(مختلف خیالات، جذبات اور خواہشات کی) ہر وادی
میں (بے لگام گھوڑے کی طرح) بھٹکتے پھرتے ہیں[1] ﴿٢٢٥﴾
اور ایسی ایسی (اُونچی اُونچی) باتیں بناتے ہیں جس
پر خود بھی عمل نہیں کرتے (یا) ایسی باتیں کہتے ہیں جو
(خود) نہیں کرتے ﴿٢٢٦﴾ سوا اُن لوگوں کے جنھوں نے
ایمان[1] کی زندگی اختیار کی اور اچھے[2] اچھے کام کیے،

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

حضرت آدمؑ سے لے کر آخر تک کوئی بات خدا کے حکم کے خلاف نہ ہوئی" (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

تیسرا مطلب یہ لکھا گیا کہ جو آپ دعوت حق کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور جس پامردی اور استقامت کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں وہ ہمارے زیر نظر ہے (مجمع البیان)۔

***

[1] عام شاعری میں بجز خیال آرائی، مبالغہ آرائی، دوراز کار نظریات اور بے راہ روی کے سوا کچھ نہیں ہوتا ۔ الفاظ اور پیرائے کے جادو میں غلط گمراہ کن نظریات پھیلائے جاتے ہیں ۔ شاعر قوم کی قوت عمل کو کمزور کرتے ہیں اور خیالات کی دنیا میں رہتے ہیں اپنے زور بیان سے عیب کو ہنر اور ہنر کو عیب ثابت کر دیتے ہیں ان کا اصل زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تمام تر تخیل پرستی میں مبتلا حقائق سے کوسوں دور رہتے ہیں ۔

***

كَثِيرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۲۲۷

اٰيَاتُهَا ۹۳ (۲۷) سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ رُكُوْعَاتُهَا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۱

اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا[۳]، اور جب[۴] اُن پر ظلم کیا گیا تو اُنھوں نے صرف (ظلم کے برابر) بدلہ لیا۔ (یعنی جذباتی اِنتہائی طرزِ عمل کے بجائے متوازن عادلانہ طرزِ عمل اختیار کیا[۱]) اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ پلٹا کھا کر کیسی (بدترین) جگہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ع ۲۲۷ ع ۱۱ ۲۲ ۱۵

آیات ۹۳	سورۂ نمل مکّی	رکوعات ۷

(چیونٹیوں کے ذکر والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کے ساتھ مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○

طا۔ سین۔ یہ آیتیں ہیں قرآن اور ایک[۱] روشن واضح کتاب[۲] کی ① جو ہدایت[۲] اور خوش خبری[۳]

---

[۱] لیکن اِس عام شاعری سے وہ شاعری یقیناً مستثنیٰ ہے جو حقائق و صداقتوں کو بیان کرے۔ حق کی حمایت اور تشریح کرے۔ دین اور اہل دین کی تعریف کرے مشرکین رسولؐ کو کبھی کاہن کہتے تھے اور کبھی شاعر۔ اِس لئے اِن آیات میں عام شاعروں کی مذمت اور حقیقت بیان کی گئی ہے۔ یہی شعراء تھے جو رسولؐ کی شان میں گستاخیاں بھی کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کی ہجو بھی کیا کرتے تھے (مجمع البیان)
مگر اِن کے جواب میں رسول خداؐ کی حمایت میں حسان بن ثابت جیسے شعراء بھی تھے۔ جو رسول اللہؐ کی حمایت اور اسلام کی حمایت میں اشعار کہتے تھے اور کافر شعراء کا منہ توڑ جواب دیتے تھے۔ ***

[۲] کتاب اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ جس میں کچھ لکھا گیا ہو اور مختلف فصلوں اور ابواب میں مسائل کو جمع کیا گیا ہو (اقرب)
بڑی روشن کتاب اور قرآن دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بہ اعتبار پڑھے جانے کے یہی قرآن ہے اور بہ اعتبار لکھے جانے کے یہی کتاب ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

ہے مومنین کے لئے جو اَبدی حقیقتوں اور خدا و رسولؐ
کو دِل سے مانتے ہیں[۱] ﴿۲﴾ جو نماز (مُراد حقوق اللہ) کو
پابندی سے اَدا کرتے رہتے ہیں۔ اور زکوٰۃ (مُراد
حقوق الناس) کو اَدا کرتے رہتے ہیں اور جو اِس دُنیا
کی زندگی کے بعد آنے والی آخرت کی زندگی پر یقین
رکھتے ہیں[۲] ﴿۳﴾ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اُن کے کاموں،
کرتُوتوں اور بدکاریوں کو، جو اِس زندگی کے بعد آنے
والی زندگی کو نہیں مانتے، اُن کے لئے خوب سَجا بَنا کر
خوُب صوُرت بنا دیا ہے[۳]۔ اِس لئے وہ (اپنی دُنیوی
خواہشات ہی کے پیچھے پیچھے، اندھے بنے ہوئے بھٹکتے
پھرتے ہیں ﴿۴﴾ یہی وہ لوگ ہیں جِن کے لئے بہت
بڑی اور کڑی سزا ہے اور وہ آخرت کی دُوسری
زندگی میں بڑا سخت نقصان اُٹھانے والے ہیں ﴿۵﴾

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ
فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي
الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾

[۱] یہاں قرآنی آیات کی چار خصوصیات بیان کی گئی ہیں (۱) یہ آیتیں قرآن کی ہیں۔ (۲) یہ کتاب بالکل روشن اور واضح ہے۔ (۳) یہ آیتیں حقیقتوں کو دل سے ماننے والوں کے لئے بہترین ذریعہ ہدایت بھی ہیں اور (۴) خوش خبری بھی۔

***

[۲] عقیدۂ آخرت ہی سے انسان میں احساس ذمہ داری بھی پیدا ہوتا ہے اور زندگی کی صحیح قدر بھی ہوتی ہے۔ انسانی فکر و عمل کا قبلہ بھی درست ہو جاتا ہے اور زندگی میں اعتدال و سکون بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

[۳] خدا کا فرمانا کہ "اُن کے کاموں کو خوب سجا بنا کر رکھا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی بداعمالیوں اور حق کی طرف سے غفلت کی وجہ سے ان میں قدرتی طور پر احساس جرم ختم ہو چکا ہے۔ اپنے ضمیر کا گلا خود اُنہوں نے گھونٹ دیا ہے۔ جس کی تعبیر اِن الفاظ سے کی گئی ہے۔ (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.org

اور حقیقتاً یہ قرآن آپؐ کو دیا اور سِکھایا جاتا ہے اُس کی طرف سے جو دانائی اور حِکمت والا (یعنی) بڑی گہری مصلحتوں اور سمجھ بُوجھ کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا اور ہر چیز کا پُورا پُورا عِلم رکھنے والا ہے[۱] ⑥

(انھیں اِس وقت یہ بات سُناؤ کہ) جب موسیٰؑ نے اَپنے گھر والوں سے کہا: "میں نے ایک آگ سی محسوس کی ہے۔ تو میں ابھی یا تو وہاں سے تمھارے لئے (آگے جانے والے راستے کی) کوئی خبر لے کر آتا ہوں، یا پھر تمھارے لئے ایک لکڑی میں لگا ہوا انگارہ ہی چُن لاتا ہوں، تاکہ تم لوگ گرم ہوسکو (یا) تاکہ تم تاپ سکو[۲]" ⑦

توجب موسیٰؑ اُس آگ کے پاس آئے تو اُن

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ⑥
اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا
بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ⑦
فَلَمَّا جَاۗءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ

[۱] یہ آیت دو غلط تصورات کی رد ہے (۱) یہ قرآن خود رسول کے ذہن کی پیداوار ہے جیسا کہ آج بھی بہت سے نام نہاد دانشمند اور ترقی پسند مفکرین لکھا کرتے ہیں۔ (۲) دوسرا یہ غلط تصور کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی رسولؐ کو یہ سب چیزیں سکھاتا ہے۔ دونوں غلط تصورات کا جواب دیا جا رہا ہے کہ رسولؐ کو اِس قرآن کی تعلیم خالق کائنات دیتا ہے۔

***

[۲] چونکہ سردی کی شدت تھی اِس لئے تاپنے کے لئے آگ کی تلاش تھی اور چونکہ جنگل میں راستہ بھول گئے تھے اِس لئے چاہتے تھے کہ کوئی راستہ بتا دے (مجمع البیان)

سورۂ قصص میں بھی یہی قصہ خفیف سے لفظی تغیرات کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اِسی سے فقہا نے یہ استدلال کیا ہے کہ حدیث نبوی کی روایت میں اگر الفاظ بدل جائیں اور مفہوم نہ بدلے تو یہ جائز ہے (مدارک)

***

www.drhasanrizvi.org

کو آواز دی گئی کہ: "بڑی برکت والا قائم و دائم ہے وہ خدا جس کا جلوہ (اِس) آگ میں بھی ہے اور اِس کے چاروں طرف بھی۔ اور اللہ ہر عیب (یا) ہر مادّی خصوصیات اور حد بندیوں سے پاک اور مُبرّا ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا مالک ہے[1] ⑧ اَے موسیٰ! حقیقتاً میں 'اللہ' ہوں' زبردست طاقت والا' عِزّت والا اور حِکمت والا ⑨ اَچّھا ذرا پھینکو اَپنی اِس لاٹھی کو۔ تو اَب جو موسیٰؑ نے دیکھا تو وہ لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے۔ تو وہ پلیٹھ پھیر کر بھاگے' اور پھر پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (ہم نے آواز دی) اَے موسیٰؑ! ڈرو نہیں۔ میرے پاس (میرے) رسولؑ ڈرا نہیں کرتے[2] ⑩ سِوا اِس کے کہ کسی سے کوئی قصور یا زیادتی ہو جائے' پھر

حَوْلَهَا ۚ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑧
يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨
وَاَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى
مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۗ اِنِّيْ لَا يَخَافُ
لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ⑩
اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ

[1] آخری الفاظ نے واضح کر دیا کہ خدا جہت، رنگ، مقدار، وزن بلکہ ہر قسم کے تعینات اور مادّی خصوصیات سے پاک ہے تاکہ کوئی شخص تجلی کو جو آگ میں مقید تھی عین ذات خدا نہ سمجھ لے۔ بھلا وہ خدا جو ناقابل فہم وسعتیں رکھتا ہے آگ کے چند شعلوں میں حلول کر سکتا ہے (ابن کثیر)

اِس کی تشریح یوں بھی کی گئی ہے کہ آگ میں جو جلوہ گر تھے وہ فرشتے تھے اور اُن کے اردگرد کم درجے کے فرشتے تھے۔ (فتح الرحمٰن)

یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ خدا کی قدرت کی جلوہ نمائی تھی جو مظاہر کی صورت میں تمام کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ اِسی کی ایک خاص شکل تھی۔ مقصد یہ نہیں کہ خدا نے آگ میں حلول فرمایا تھا بلکہ یہ سب خدا کی قدرت کا ایک مظاہرہ تھا (فصل الخطاب)

***

[2] عرفاء و فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ خوف طبعی کمال کے منافی نہیں بلکہ کوئی فطری

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

اگر اُس بُرائی کے بعد بھی اُس نے نیک کام کر کے اُسے بھلائی سے بدل لیا، تو ہیں بڑا معاف کرنے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہوں ⑪

(اَے موسیٰؑ) ذرا اَپنا ہاتھ تو گریبان میں ڈالو۔ چمکتا ہوا نکلے گا، بغیر کِسی تکلیف یا بیماری کے۔ یہ (دوٗ نشانیاں) نوٗ نِشانیوں، دلیلوں اور معجزوں میں سے ہیں، فرعون اور اُس کی قوم کی طرف (لے جانے کے لئے جو) حقیقتاً بڑے حد سے نِکل جانے والے بدکردار اور بداعمال لوگ ہیں" ⑫

مگر جب ہماری کھُلی روشن اور واضح نِشانیاں اُن کے پاس آئیں تو اُنھوں نے کہا: "یہ تو کھُلا ہوا جادُو ہے" ⑬ اُنھوں نے جان بوجھ کر سراسر ظلم و سِتم اور غرور و تکبّر سے اُن کا اِنکار کیا[لہ] حالانکہ

غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ⑪

وَاَدۡخِلۡ يَدَكَ فِىۡ جَيۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ فِىۡ تِسۡعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَقَوۡمِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ⑫

فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ اٰيٰتُنَا مُبۡصِرَةً قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ⑬

وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَيۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا ؕ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

تقاضا کمال کے منافی نہیں ہوا کرتا۔ پھر یہ خوف عقلی تھا اور کیونکہ اِس میں کسی غیرِ خدا کو دخل نہیں تھا اِس لئے یہ شان نبوت کے منافی نہیں تھا۔ (تھانوی)

اصل میں یہ خدا کی طرف سے اُن کو تسلی دی جا رہی تھی کہ ڈرنا تو اُنہیں چاہیئے جو گناہ گار ہوں تم تو معصوم ہو تم جیسے مرسلین کو میرے پاس ڈرنے کی ضرورت نہیں (تبیان و مجمع البیان)

***

لہ اُن کا ظلم و ستم یہ تھا کہ اُنہوں نے خدا کی نشانیوں کو نہ مان کر اُن کو اُن کے مرتبے سے گھٹایا اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا اور اُن کے بچوں کو ذبح کرتے رہے اور اُن کا غرور و تکبّر یہ تھا کہ وہ خود کو حقیقتوں پر غور کرنے اور ماننے سے بلند سمجھتے رہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥﴾

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ۖ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ﴿١٦﴾

وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَ

اُن کے دلوں کو اُن (نشانیوں، دلیلوں اور معجزوں) کا یقین تھا۔ تو اب دیکھ لو کہ اُن فسادیوں کا کیسا (بدترین) انجام ہوا ﴿١٤﴾

(اِسی طرح) ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو (ایک خاص) علم عطا کیا۔ تو اُن دونوں نے کہا: "ساری تعریف اور شُکر ہے اُس اللہ کا جس نے ہم کو اَپنے بہت سے ماننے والے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی" ﴿١٥﴾ اور (جب) داؤدؑ کے وارث سلیمانؑ ہوئے تو اُنھوں نے کہا: "اَے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولیاں تک سِکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں[1]۔ حقیقتاً یہ (ہم پر خدا کا) کھُلا ہوا فضل و کرم ہے" ﴿١٦﴾ سلیمانؑ کے لئے جنوں، اِنسانوں اور پرندوں کے لشکر (کے لشکر) جمع کیے گئے تھے، اور وہ پُورے قواعد و

---

[1] اِس آیت سے بالکل واضح ہو گیا کہ انبیاء ورثہ لیتے بھی ہیں اور خود بھی وارث ہوتے ہیں۔ یہ کہنا کہ علمی وراثت ہے تو آیت میں ہے کہ کیونکہ "ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئیں" اِس لئے علم کے ساتھ مالی اور مادّی وراثت بھی ثابت ہو گئی۔ اب ایسی ہر حدیث غلط ہو گئی جس میں یہ کہا جائے کہ "ہم انبیاءؑ نہ وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔" یہ آیت جنابِ فاطمہؑ نے اِس حدیث کے جواب میں پڑھی تھی جب آپ نے اپنے پدرِ گرامیؐ کے دیئے ہوئے باغِ فدک کا دعویٰ حکومت وقت کے سامنے دائر کیا تھا۔

یاد رہے کہ ورثہ اور میراث اموال اور جائیداد کا ہوتا ہے۔ علم یا نبوت قابلِ انتقال چیزیں نہیں جو میراث بن سکیں اِسی لئے محققین نے نتیجہ نکالا کہ پیغمبروں کے مال کا ورثہ اُن کے وارثوں کو پہنچتا ہے جیسے کہ دوسروں کا (مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

ضوابط اور نظم و ضبط کے ساتھ رکھے جاتے تھے ⑰ یہاں تک کہ (ایک دفعہ) جب وہ ایک چیونٹیوں کے میدان یا وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: "اَے چیونٹیو! اَپنے اَپنے گھروں میں گھُس جاؤ۔ کہیں اَیسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اُن کے لشکر بے خیالی میں تمھیں کچُل ڈالیںؑ اور اُنھیں اُس کی خبر بھی نہ ہوؔ" ⑱ سلیمانؑ اُس کی اِس بات پر مُسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور بولے: "اَے میرے پالنے والے مالک! مجھے توفیق عطا فرما (یا) مجھے اِس قابل کردے کہ میں ہمیشہ تیری اِس نِعمت کا جو تُو نے مجھے، اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہے، شُکر ادا کرتا رہوں (یا) اے میرے پالنے والے مالک! مجھے قابو میں رکھ کہ میں تیرے اِس اِحسان کا شُکر ادا کرتا رہوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ

الطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ⑰
حَتّٰىٓ اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑱
فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ

ؑ جو لوگ معجزات کے منکر ہیں مثلاً نیاز فتحپوری صاحب نے لکھا کہ وادی النمل سے مراد ایسا مقام ہے جہاں بنی نمل کے مکانات تھے اور نملہ کے معنی اُس قبیلہ کی عورت ہے مگر کاش اُن کو عربی آتی ہوتی تو وہ جانتے کہ ہاشمی قبیلہ کی عورت کو ہاشمیہ کہا جاتا ہے۔ ہاشمہ نہیں کہا جاتا۔ اور بنی اسد کے قبیلہ کی عورت کو اسدیہ کہا جائے گا اسدہ نہیں کہا جائے گا۔ اِسی طرح بنی نمل کی عورت نملیہ کہلائے گی نملہ نہیں کہلائے گی۔ (فصل الخطاب)

پھر یہ کہ کس قبیلہ کے لوگوں کو بے خیالی میں کون روند سکتا ہے یہ چیونٹی ہی ہو سکتی ہے جو بے خیالی میں پیروں کے نیچے آجائے اور ہمیں خبر تک نہ ہو پھر اگر کسی عورت نے یہ کہا تھا تو حضرت سلیمان خدا کا شکر کیوں ادا کرتے؟ کہ میری فوج اتنی حسنِ کردار کی مالک ہے کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کو بھی ضرر نہیں پہنچاتی اور پھر اِس کردار کو قائم رکھنے کی دعا کیوں فرماتے؟ (مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِىْ بِرَحْمَتِكَ
فِىْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾
وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِىَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ
كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾
لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاۡاَذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّىْ
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾
فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ

پر کیا ہے ۔ اور (اپنا) اَیسا اَچھّا کِردار رکھّوں جو
تجھے پسند آئے (یا) جس سے تُو راضی ہو جائے۔ اور
اَپنی رحمت سے مجھے اَپنے نیک بندوں میں داخل
اور شامل فرما[۱] ﴿۱۹﴾

(پھر جب) سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی
تو کہا: "کیا بات ہے کہ میں فلاں ھُدھُد کو
نہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا وہ کہیں غائب ہو گیا
ہے؟ ﴿۲۰﴾ میں ضرور اسے سخت سزا دے کر رہوں گا
یا پھر اُسے ذبح کر ڈالوں گا[۲]۔ یا پھر اُسے میرے
سامنے کوئی کُھلا ہوا ثبوت یا واضح عُذر (یعنی غائب
ہونے کی) معقول وجہ پیش کرنی ہو گی" ﴿۲۱﴾ تو کچھ
زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہُدہُد نے آکر کہا: "میں
نے ایک اَیسی بات معلوم کی ہے[۳] جو (شاید) آپ[۴]

---

[۱] حضرات انبیاءؑ اپنے کمالات پر اترایا نہیں کرتے بلکہ ان کو ایک نعمت کے یاد آنے سے دوسری نعمتیں بھی یاد آجایا کرتی ہیں۔ قرآن کی ساری صراحتیں توریت کی اُن گھڑی ہوئی روایتوں کی تردید ہیں جس میں حضرت سلیمانؑ کو بدکردار انسان ثابت کیا گیا ہے۔ یہاں رحمت سے مراد خدا کی خاص رحمت یعنی نبوت ہے اور نیک بندوں سے مراد اعلیٰ درجے کے نیک بندے یعنی محمدؐ اور آل محمدؐ ہیں۔

***

[۲] فقہا نے نتیجہ نکالا کہ جانوروں کو سزا دینا جائز ہے اور اُن سے اذیت ہو تو اُن کا قتل بھی جائز ہے جب کہ ضروری ہو۔

***

[۳] ہُدہُد کا مطلب یہ تھا کہ میری غیر حاضری کسی نافرمانی کی بناء پر نہ تھی بلکہ سرکاری کام کے سبب تھی۔

***

جِئۡتُكَ مِنۡ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيۡنٍ ﴿۲۲﴾
اِنِّىۡ وَجَدْتُّ امۡرَاَةً تَمۡلِكُهُمۡ وَاُوۡتِيَتۡ مِنۡ كُلِّ
شَىۡءٍ وَّلَهَا عَرۡشٌ عَظِيۡمٌ ﴿۲۳﴾
وَجَدْتُّهَا وَقَوۡمَهَا يَسۡجُدُوۡنَ لِلشَّمۡسِ مِنۡ دُوۡنِ
اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ فَصَدَّهُمۡ
عَنِ السَّبِيۡلِ فَهُمۡ لَا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۴﴾
اَلَّا يَسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِىۡ يُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ فِى السَّمٰوٰتِ
وَالۡاَرۡضِ وَيَعۡلَمُ مَا تُخۡفُوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۲۵﴾

کے علم میں نہیں ہے۔ میں (مُلکِ) سبا کے متعلق یقینی
معلومات لے کر آیا ہوں (۲۲) میں نے وہاں ایک
عورت کو پایا ہے جو اُس قوم پر حکومت کرتی ہے[1] اور
اُسے ہر ہر چیز کا سامان دیا گیا ہے۔ اور اُس کا ایک
عظیم الشان تختِ (سلطنت) ہے (۲۳) میں نے اُسے اور
اُس کی قوم کو، اللہ کے بجائے سورج کے سامنے
سجدہ کرتے پایا اور شیطان نے اُن کے کاموں کو
اُن کی نظروں میں خوب سجا بنا کر خوشنما کر دیا ہے
اور (اِس طرح) اُن کو سیدھے راستے سے ہٹا دیا
ہے۔ اِسی لئے وہ سیدھا راستہ نہیں پاتے (یا) اِسی
لئے وہ اَیسے گمراہ ہوگئے ہیں[2] (۲۴) کہ اللہ کو سجدہ
نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چُھپی ہوئی
چیزوں کو باہر نِکالتا ہے[3] اور جو وہ سب کچھ جانتا

---

[1] اِس ملکہ کا نام بلقیس بنت شاحیل بن مالک بن ریان تھا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۷۱)

***

[2] مورخین کا بیان ہے کہ اُس ملک میں ۱۰۰ سے بھی زیادہ دیوتا تھے جن کی پوجا ہوتی تھی، سورج اُن کا خدائے اعظم تھا جو دنیا کی بہت سی قوموں کا خدا رہ چکا ہے۔

***

[3] خدا کا پوشیدہ چیزوں کو زمین اور آسمان سے نکالنے کی مثال یہ ہے کہ خدا پانی کو آسمان سے برساتا ہے اور دانے کو زمین سے نکالتا ہے محققین نے یہاں خدا کے اُس قول پر کہ "وہ ایسے گمراہ ہوگئے ہیں کہ اللہ کو سجدہ تک نہیں کرتے" ان الفاظ سے اِس مقام پر سجدہ واجب کو ثابت کیا ہے اس لئے کہ انداز بیان میں انتہائی شدت پائی جاتی ہے (تفسیر کبیر امام رازی)

***

www.drhasanrizvi.org

ہے جسے تم لوگ چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو ﴿۲۵﴾ (وہی)
اللہ جس کے سِوا کوئی خدا نہیں (یا) جس کے سِوا کوئی
مُستحِق عبادت نہیں۔ جو عرشِ عظیم (یعنی) بڑے عرش
(مُراد) پوُری کائنات کی حکومت کا مالک ہے[۱] ﴿۲۶﴾ (سجدۂ واجب ادا کیجیے)
سلیمانؑ نے کہا: "ہم ابھی ابھی دیکھے لیتے ہیں کہ
توُنے سچ کہا ہے یا توُ جھوٹوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾ (اَچھّا
تو) میرا یہ خط لے جا کر اُن کے ہاں ڈال دے۔
پھر ذرا الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب
دیتے ہیں[۲] ﴿۲۸﴾
(خط دیکھ کر ملکہ نے) کہا: "اے سرداروْ!
میری طرف ایک بہت اہم اور محترم[۳] خط پھینکا
گیا ہے ﴿۲۹﴾ وہ سلیمانؑ کی جانب سے ہے اور اُس
کا مضمون یہ ہے: "(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩ ﴿۲۶﴾ (سجدۃ)
قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾
اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ
فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾
قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾

۱۔ خدا کا ملکہ سبا کے تخت کو عظیم فرمانا اِس اعتبار سے ہے کہ اس وقت کے کسی بادشاہ کا تخت اتنا بڑا نہ تھا اور خدا کا اپنے تخت کو "عظیم" فرمانا تمام مخلوقات کی حکومت کے مقابلے پر ہے۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

***

۲۔ پرندوں کے ذریعہ خطوط بھیجنے کا طریقہ پرانے زمانے میں عام تھا۔ یہ اور بات ہے کہ آج کل اِس کا کوئی مصرف نہیں بقول شاعر؎

دنیا تو یہ کہتی ہے پیامی ہے کبوتر
پر کبوتر میں غٹرغوں کے سوا کچھ بھی نہیں

***

۳۔ یہاں "کریم" سے مراد "مہر لگا یا ہوا" بھی ہے اور خط کی بزرگی یہ ہے کہ اُس پر مہر لگا دی جائے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۷۱، بحوالہ تفسیر قمی، الجوامع)۔
خط کو معزز خط مضمون کی عظمت کے لحاظ سے کہا گیا ہے اور اِس لحاظ سے بھی کہ اس کا بھیجنے والا صاحبِ احترام تھا۔ (بیضاوی۔ مدارک)

***

www.drhasanrizvi.org

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ﴿۳۰﴾
أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿۳۱﴾ ع ۲/۱۷
قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنتُ
قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ ﴿۳۲﴾
قَالُوا نَحْنُ أُولُو قُوَّةٍ وَأُولُو بَأْسٍ شَدِيدٍ وَ
الْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ﴿۳۳﴾

کی مدد مانگتے ہوئے ' جو سب کو (بے حد) فیض اور فائدے پہنچانے والا ' اور مسلسل بے حد رحم کرنے والا ہے (۳۰) (دیکھو) میرے مقابلے پر سرکشی اور تکبّر نہ کرو۔ اور مسلمان ہو کر میرے پاس آجاؤ" [۱] ع (۳۱)

پھر ملکہ نے کہا: "اے سردارو! اِس معاملہ میں تم مجھے اپنی رائے دو (کیونکہ) میں کسی بھی معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ اُس وقت تک نہیں کرتی جب تک تم لوگ موجود (نہ) ہو" [۲] (۳۲) اُنھوں نے جواب دیا: "ہم طاقت ور بھی ہیں اور سخت جنگ کرنے والے بھی۔ آگے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اب آپ خود غور فرمالیں کہ آپ کو کیا حکم دینا ہے" [۳] (۳۳) ملکہ نے کہا: "یہ بادشاہ

---

[۱] حضرت سلیمانؑ کا مقصد جسمانی حاضری نہ تھا بلکہ مقصد خدا کی اطاعت کی دعوت دینا تھا۔ (بیضاوی)

محققین نے حضرت سلیمانؑ کے خط کے اختصار سے یہ نتیجہ نکالا کہ انبیاء کے کلام میں طوالت نہیں ہوتی۔ وہ صرف نفس مطلب پر اکتفا کرتے ہیں۔ الفاظ کی فضول خرچی نہیں کرتے۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ "بہترین کلام وہ ہے جو مختصر ہو اور نفس مطلب کو بتانے والا ہو"۔ (نہج البلاغہ)۔

***

[۲] آیت بتا رہی ہے کہ ملکِ سبا کا آئینِ حکومت جمہوری یا شورائی تھا۔

***

[۳] اُن کا مطلب یہ تھا کہ صلح اور جنگ دونوں صورتوں میں ہم آپ کی اطاعت کے لئے تیار ہیں۔ جو چاہیں راہ اختیار کریں۔ مگر ہم جنگی اعتبار سے کسی طرح کمزور بھی نہیں۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ
جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾
وَاِنِّىْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ
الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾
فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ
اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ
تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾

جب کسی مُلک یا بستی میں گھُس آتے ہیں، تو اُسے تباہ و برباد بھی کر ڈالتے ہیں اور اُس کے عزّت والے لوگوں کو (بُری طرح) ذلیل کر دیتے ہیں۔ یہی کچھ ہے جو وہ کیا کرتے ہیں (یا) اور اِسی طرح یہ لوگ بھی کریں گے[1] ﴿۳۴﴾ میں اُن کے پاس ایک (قیمتی) تحفہ بھیجتی ہوں۔ اور پھر دیکھتی ہوں کہ میرے بھیجے ہوئے ایلچی کیا جواب لاتے ہیں" ﴿۳۵﴾

پھر جب (ملکہ کا سفیر) سلیمانؑ کے پاس (قیمتی تحفے لے کر) پہنچا تو سلیمانؑ نے کہا: "کیا تم مال و دولت سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ تو جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھّا ہے وہ اُس سے کہیں زیادہ اور بہتر ہے جو تمھیں دیا (گیا) ہے۔ تمھارا تحفہ تمھیں ہی مبارک ہو[2] ﴿۳۶﴾ (اَے سفیر!) واپس

---

[1] فقہا نے نتیجہ نکالا کہ "ہر وقت یہ مناسب نہیں ہوتا کہ انسان انقلاب کا خواہاں رہے۔ بلکہ دعا کرے اور کوشش بھی کرے کہ موجودہ حکومت کسی طرح سے اپنی اصلاح کرلے۔ ظلم بند کر کے عدل و انصاف کے اصولوں کو اپنا لے۔ من مانے قوانین کے بجائے خدا کے قوانین کی پابندی کرے۔ اس لئے کہ انقلابات میں بڑا ناحق خون بہتا ہے۔ اِسی لئے فقہ جعفریہ میں دفاعی جہاد تک بغیر مجتہد اعظم کی اجازت اور فتوے کے جائز نہیں۔

***

[2] یعنی اِن تحفوں سے وہی خوش ہوگا جسے دنیا کے مال میں اضافہ کی فکر ہو۔ مجھے تو خدا نے اِس چیز سے بے نیاز کر دیا ہے۔ لہذا میں تمھارے اِن تحفوں سے خوش نہیں ہو سکتا۔ (مجمع البیان)

فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ کافروں کے تحفوں کو رد کر دینا اگر دینی مصلحت ہو، تو جائز بلکہ مستحب ہے۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

***

www.drhasanrizvi.org

جا اُن کے پاس۔ اَب ہم اُن پر اَیسے اَیسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ ذرا مقابلہ نہ کرسکیں گے اور پھر ہم اُنھیں اِتنا ذلیل کر کے وہاں سے نِکالیں گے کہ وہ بالکل خوار ہو کر رہ جائیں گے" (۳۷)

پھر سلیمانؑ نے فرمایا: "معزّز حاضرین! تم میں اَیسا کون ہے جو اُس (ملکہ) کا تخت میرے پاس یہاں لے آئے' اِس سے پہلے کہ وہ لوگ مسلمان اور مطیعِ فرمان ہو کر میرے پاس آئیں؟[1]" (۳۸)

جنوں میں سے ایک طاقت وَر دیو نے کہا: "میں اُسے آپ کی خدمت میں حاضر کردوں گا' اِس سے پہلے کہ آپ اَپنے دربار سے اُٹھ کھڑے ہوں۔ اور میں اِس کام کی طاقت بھی رکھتا ہوں اور اَمانتدار بھی ہوں[2]" (۳۹) (مگر) اُس شخص نے جس کے پاس

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝۳۷

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝۳۸

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝۳۹

---

[1] جب بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی صداقت کو سمجھ لیا اور مسلمان ہو کر حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچنے کے لئے چلی تو حضرت سلیمانؑ نے اپنے دربار میں فرمایا کہ تم میں ایسا کون ہے جو بلقیس کے آنے سے پہلے ہی اُس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ (مجمع البیان)

***

[2] ملک یمن اور فلسطین کا درمیانی فاصلہ نظر میں رہے کہ اُس زمانے میں سمندری سفر میں مہینے نہیں دو تین سال بھی لگ جاتے تھے۔

دیو نے خود کو قوی اِس لئے کہا کہ وہ تخت لاکھ وزنی ہو میں اُسے لے آؤں گا اور امین اس لئے کہا کہ وہ تخت لاکھ قیمتی ہو میں اُس میں کسی قسم کی خیانت نہ کروں گا یاد رہے کہ حضرت سلیمانؑ صبح سے دوپہر تک روزانہ دربار کیا کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

***

www.drhasanrizvi.org

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ۖ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ

کتابِ (خدا) کا تھوڑا سا عِلم تھا، کہا: "میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے ہی اُسے لائے دیتا ہوں[1] (یا) میں اُسے آپ کے پاس لے آؤں گا، اِس سے پہلے کہ آپ کی نظر اِدھر سے اُدھر ہو۔" جوں ہی سلیمانؑ نے وہ تخت اَپنے پاس رکھا دیکھا تو فرمایا: "یہ بھی میرے پالنے والے مالک کا فضل و کرم ہے، تاکہ وہ میرا اِمتحان لے، کہ میں اُس کا شُکر اَدا کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں۔ (یا) یہ کہ وہ میرا امتحان لے کہ میں اُس کا شُکر گزار بنتا ہوں یا میں اُس کی نعمتوں کا اِنکار کرتا ہوں۔ اور جو کوئی بھی (خدا کا) شکر گزار ہو گا تو اُس کا شُکر خود اُسی کو فائدہ پہنچائے گا۔ اور جو خدا کی نِعمتوں کا اِنکاری ہو گا (یا) ناشُکری کرے گا، تو

---

[1] حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ کے وزیر حضرت آصف برخیا تھے۔ (تفسیر کبیر، بحر، معالم، مدارک)

ملاحظہ فرمائیں کہ جس کے پاس کتاب خدا کا تھوڑا سا علم تھا وہ آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی تختِ بلقیس کو اتنی دور سے فوراً لے آیا تو جس کے پاس کتابِ خدا کا پورا علم ہو اُس کی قوت کا کیا کہنا۔ خدا نے حضرت علیؑ کی شان میں فرمایا۔ "ومن عنده علم الکتب (پ ١٣۔ سورہ رعد۔ رکوع ٦)

اِسی لئے علامہ اقبالؒ نے حضرت علیؑ کی شان میں فرمایا ؎

ہرچہ در آفاق گردد بوتراب
باز گر داند زمغرب آفتاب

(یعنی جو کائنات میں ابوتراب ہو گا وہ سورج کو مغرب سے لوٹا دے گا)

***

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "حضرت سلیمانؑ نے خود تخت نہ منگایا، بلکہ اپنے وزیر آصف برخیا کے ذریعہ تخت اس لئے منگوایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے وزیر آصف برخیا ہوں گے (تحف العقول)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

حقیقتاً میرا پالنے والا مالک بے نیاز (جسے کسی کی کوئی حاجت نہ ہو) بھی ہے اور اپنی ذات میں بزرگ اور عزّت والا بھی" (۴۰)

پھر سلیمانؑ نے حکم دیا: "ملکہ کے تخت کی ذرا صورت شکل بدل کر، انجان طریقے سے، اُسی کے سامنے رکھ دو۔ دیکھیں کہ اُسے اِس کا پتہ لگتا ہے (یا) وہ صحیح صورتِ حال کو سمجھتی بھی ہے یا وہ اُن لوگوں میں سے ہے جو صحیح بات سمجھ ہی نہیں سکتے"[۱] (۴۱)

پھر جب ملکہ (سلیمانؑ کی خدمت میں) حاضر ہوئی تو اُس سے پوچھا گیا: "کیا تمھارا تخت ایسا ہی ہے؟" وہ بولی: "ہاں۔ یہ تو گویا وہی ہے۔ اور ہم تو پہلے ہی سے جان گئے تھے۔ اور ہم نے سرِ اطاعت جُھکا دیا تھا[۲] (یا) ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہو چکے

فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ (۴۰)
قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ
مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ (۴۱)
فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ
وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ (۴۲)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

محققین نے نتیجے نکالے کہ (۱) ہر نبی خود اپنے وصی کا تعارف کراتا ہے۔ (۲) نبی کا وصی وہی ہوتا ہے جو کتابِ خدا کا علم رکھتا ہو۔

امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ خدا کے ۷۳ اسمائے اعظم ہیں۔ جس میں سے صرف ایک اسم اعظم کا علم آصف برخیا کو تھا جب کہ ہمارے پاس ۷۲ اسمائے اعظم کا علم ہے (تحف العقول)۔

***

[۱] یعنی حضرت سلیمانؑ کا مقصد بلقیس کی ذہانت کا امتحان لینا تھا۔ (تبیان) بلقیس کی عقل آزمانا بھی اور اپنا معجزہ دکھانا بھی۔ (موضح القرآن)

***

[۲] ملکہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم تو اِن معجزوں کو دیکھنے سے پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

***

www.drhasanrizvi.org

تھے" (۴۲) اُس کو (ایمان لانے سے) جس چیز نے روک رکھا تھا وہ اُن (جھوٹے) خداؤں کی عبادت تھی جنھیں وہ اللہ کے سِوا پُوجا کرتی تھی (یا) سلیمانؑ نے اُسے غیرِ خدا کی عبادت سے روکا جو وہ کیا کرتی تھی کیونکہ وہ ایک منکرِ حق کافر قوم سے تعلق رکھتی تھی[۱] (۴۳)

اَب اُس سے کہا گیا کہ: "محل میں داخل ہو جائیے۔" تو جب اُس نے دیکھا تو سمجھی کہ پانی کی لہریں ہیں[۲]۔ تو اُترنے کے لئے اُس نے اَپنے پائینچے اَپنے ٹخنوں سے اُونچے کر لئے۔ سلیمانؑ نے فرمایا: "اَرے یہ تو شیشے کے محل کا فرش ہے (یہاں پانی کہاں ہے؟)" اِس پر وہ پُکار اُٹھی: "اَے میرے پالنے والے مالک! میں تو اَپنے اُوپر بہت بڑا ظلم کرتی

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ
مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ (۴۳)
قِيْلَ لَهَا ادْخُلِى الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً
وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ
قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ

---

[۱] ایسی عاقل، صاحب فہم خاتون کو بت پرستی خدا پرستی سے روکے ہوئے تھی کیونکہ اُس نے آنکھ ہی شرک کے ماحول میں کھولی تھی۔ (ماجدی)

***

[۲] اصل میں حضرت سلیمانؑ کا محل صاف شیشے کا بنا ہوا تھا اور دیکھنے میں پانی کی طرح جھلملا رہا تھا۔ جس کے سبب بلقیس کو اپنی عقل کا قصور اور سلیمانؑ کی عقل کا کمال معلوم ہو گیا۔ اور وہ سمجھ گئی کہ دین میں بھی جو یہ سمجھے ہیں وہی صحیح ہے۔ (موضح القرآن)

ملکہ حضرت سلیمانؑ کی روحانی عظمت اور نبوت کی تو پہلے ہی قائل ہو چکی تھی، اب جب یہ دیکھ لیا کہ حضرت سلیمانؑ دنیوی اعتبار سے بھی مجھ سے کہیں بلند ہیں تو اُن سے بہتر محافظ اور پناہ دینے والا کون ہو سکتا ہے۔ اِس لئے اب اُس نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا۔ روایاتِ یہود میں ہے کہ اُس کے بعد بلقیس حضرت سلیمان کے عقد میں آ گئیں۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

***

www.drhasanrizvi.org

رہی ۔ اور اَب میں سلیمانؑ کے ساتھ اللہ پر ایمان
لا کر اُس کے لئے سرِ اطاعت جُھکاتی ہوں جو تمام
جہانوں کا پالنے والا مالک ہے" ﴿۴۴﴾ ع ٣ ١٨
اور ہم نے قومِ ثمود کی طرف اُن کے بھائی
صالحؑ کو (یہ پیغام دے کر) بھیجا کہ "اللہ کی بندگی
کرو" تو یکایک وہ جھگڑا کرنے والے دو[2] فرقے
بن گئے[1] ﴿۴۵﴾ صالحؑ نے کہا: "اَے لوگو! کیا تم
بھلائی یا نیکی سے پہلے بُرائی (عذابِ الٰہی) کے لئے
جلدی کرتے ہو؟[2] (اِس کے بجائے) تم اللہ سے
معافی کیوں نہیں مانگتے؟ شاید کہ تم پر رحم کیا
جائے" ﴿۴۶﴾ اُنھوں نے کہا: "ہم تو تم کو اور تمھارے
ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں (یا) ہم نے تو تم کو اور
تمھارے ساتھیوں کو بدشگونی اور بدبختی کا نشان

ع ٣ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾
١٨ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾
قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ
لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾
قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰۤئِرُكُمْ عِنْدَ

---

[1] یعنی کچھ ایمان لائے اور کچھ کافر ہو گئے اِس لئے آپس میں جھگڑا شروع ہو گیا (تبیان) یہ اصول ہے کہ جب کوئی اصلاحی کام کیا جاتا ہے تو شرپسند، دشمنِ حق لوگ جھگڑے فساد پر اتر آتے ہیں - ہر اصلاحی آواز کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں - اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ کوئی اصلاحی کام ہی نہ کیا جائے تاکہ افتراق نہ ہو - ہر اعلیٰ چیز کی کوئی نہ کوئی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے - قوم کی اصلاح کی قیمت شرپسندوں کی مخالفت ہوتی ہے -

***

[2] بھلائی سے مراد ایمان، عافیت، رحمت اور ثواب ہے اور برائی سے مراد عذاب خدا ہے - (تفسیر کبیر - معالم) -

اونٹنی کا معجزہ ظاہر ہونے سے پہلے حضرت صالحؑ کی قوم نے کہا تھا کہ ہم پر درد ناک عذاب لائیے - اُن کا مقصد حضرت صالحؑ کا امتحان لینا تھا - اس پر حضرت صالحؑ نے فرمایا "تم رحمت کے آنے سے پہلے ہی عذاب کیوں طلب کرتے ہو؟" (جلالین - تبیان - تفسیر صافی صفحہ ٣٧٢ بحوالہ تفسیر قمی) -

***

اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ (۴۷)
وَكَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِى
الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (۴۸)
قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ
لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا
لَصٰدِقُوْنَ (۴۹)
وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۵۰)

سمجھ رکھا ہے۔“ صالحؑ نے جواب دیا: ”تمھاری اصل
نحوست اور بدبختی تو اللہ کے ہاں ہے[1]۔ بلکہ اصل
بات یہ ہے کہ تم لوگوں کا امتحان لیا جا رہا ہے“ (۴۷)
اُس شہر میں نو۹ قبیلوں کے بڑے سردار تھے۔ جو
ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور کبھی کوئی ٹھیک کام نہ
کرتے تھے (۴۸) اُنھوں نے آپس میں کہا: ”خدا کی قسم کھا کر
عہد و پیمان کر لو کہ ہم صالحؑ اور ان کے سب گھر والوں
کو راتوں رات قتل کر ڈالیں گے۔ پھر اُن کے وارث
سے کہیں گے کہ ہم اِس گھر والوں کی ہلاکت کے موقع
پر موجود نہ تھے (یا) ہم اِس گھر والوں کی ہلاکت میں
موجود یا شریک نہ تھے۔ اور یقین مانو کہ ہم سچے ہیں“ (۴۹)
غرض اِس طرح اُنھوں نے تو ایک چال چلی۔ پھر ایک
چال ہم نے بھی چلی، جس کی اُنھیں خبر تک نہ تھی[2] (۵۰)

---

[1] حضرت صالحؑ کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے کافرانہ اعمال کا علم خدا کو خوب اچھی طرح سے ہے اور تمہارے سارے مسائل تمہاری اِن ہی بدکاریوں کا نتیجہ ہیں یہی تمہاری اصل نحوست ہے۔ جو خدا کو خوب معلوم ہے۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ ہم نے اُن کے منصوبے کا توڑ کیا۔ اب یہ توڑ کیا تھا؟۔ اِس کی تفصیل قرآن میں موجود نہیں۔ روایات تو ہیں مگر کسی کی سند معصوم تک نہیں جاتی اِس لئے کوئی بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ خدا نے حضرت صالحؑ کو حکم دیا کہ وہ بستی سے نکل جائیں۔ پھر خدا نے اُن پر عذاب نازل فرمایا۔ اُس وقت حضرت صالحؑ اور اُن کے ساتھی پہاڑ پر تھے اور بستی پر عذاب نازل ہوتے دیکھ رہے تھے۔ (مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

اب دیکھ لو کہ اُن کی چال بازی کا کیا انجام ہوا؟
ہم نے تباہ و برباد کرکے رکھ دیا' اُن کو بھی ' اور
اُن کی پوُری کی پوُری قوم کو بھی[1] (۵۱) تو اَب یہ ہیں
اُن کے ویران اور سنسان گھر' جو خالی پڑے ہیں اُن
کے اُسی ظلم کی وجہ سے[2]۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس میں ایک
نِشانِ عبرت اور دلیل ہے' اُن لوگوں کے لئے جو
علم رکھتے ہیں (۵۲) پھر ہم نے ان کو نجات دے دی
جو اَبدی حقیقتوں پر ایمان بھی لائے تھے اور برائیوں
سے بچتے بھی تھے (۵۳)

اور لوطؑ کو ہم نے بھیجا۔ جب اُنھوں نے اپنی قوم
سے کہا: "کیا تم بدکاری کرتے ہو اور اپنی آنکھوں
سے دیکھتے بھی ہو[3] (یعنی ایک دوسرے کے سامنے
بدفعلی کرتے ہو) (۵۴) اَرے۔ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ أَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ
قَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ (۵۱)
فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً ۢ بِمَا ظَلَمُوا ۗ إِنَّ فِي ذٰلِكَ
لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۵۲)
وَأَنْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (۵۳)
وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ
تُبْصِرُونَ (۵۴)

---

[1] مدائنِ صالح کے کھنڈرات ملک شام جاتے ہوئے تجارت پیشہ اہل مکہ کے قافلوں کی راہ میں برابر پڑتے رہتے تھے۔ (ماجدی)۔

***

[2] حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ "میں نے کتابِ خدا میں دیکھا ہے کہ ظلم بستیوں کو تباہ کر دیتا ہے" اور پھر انہوں نے اِسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (مجمع البیان)

***

[3] اِس کا یہ مطلب بھی لکھا گیا ہے کہ "تم کو اپنی اِس بد فعلی اور ہم جنس پرستی کی برائی معلوم ہے۔ اِس کے باوجود تم ایسا برا کام کرتے ہو۔ (مجمع البیان)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ تمہاری برائی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ تم ایک دوسرے کی آنکھوں کے سامنے ہم جنس پرستی جیسا برا کام انجام دیتے ہو۔ (جلالین)

***

www.drhasanrizvi.org

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾
فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾
فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٧﴾
ع ۴ ۱۹ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ﴿٥٨﴾
قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾

مَردوں سے اپنی جنسی خواہش کو پُورا کرتے ہو۔ حقیقتاً تم انتہائی جہالت کا کام کرتے ہو" ﴿۵۵﴾ مگر اُن کی قوم کا جواب اِس کے سِوا کچھ نہ تھا کہ اُنھوں نے کہا: "نکال دو لوطؑ کے گھرانے والوں کو اِس بستی سے۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنے پھرتے ہیں" ﴿۵۶﴾ تو ہم نے لوطؑ اور اُن کے گھر والوں کو نجات دے دی۔ سوا اُن کی بیوی کے جس کے لئے ہم نے طے کر دیا تھا کہ وہ یونہی پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی ﴿۵۷﴾ پھر برسائی اُن کے اوپر ایک خاص نئی قسم کی برسات جو بہت ہی بُری برسات تھی، اُن لوگوں کے حق میں جنھیں بُرے کاموں کے بُرے انجام سے ڈرایا جا چکا تھا[۱] ﴿۵۸﴾

ع ۴ ۱۹

کہیے کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنھیں اُس نے منتخب کیا[۲]۔ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ (افراد اور چیزیں) جنھیں وہ لوگ خدا کا شریک ٹھہرا رہے ہیں؟ ﴿۵۹﴾

---

[۱] حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی خوشیوں میں سے یہ ہے کہ خدا کسی ظالم جابر کا تیا پانچہ کر دے۔

خود خدا نے ظالموں پر لعنت فرمائی ہے۔ یہی برأت اور تبرّا کی حقیقت اور اصل ہے۔ اِس لئے دین کی اصل میں تولّا یعنی انبیاء اور اولیاء خدا سے محبت اور اُن کی سرپرستی کو قبول کرنا ہے اور تبرّا یعنی خدا رسولؐ اور اولیاء خدا کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا۔

***

[۲] وہ بندے جن کو خدا نے چن کر اپنا مصطفیٰ بنایا وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔ (الحدیث) (تفسیر صافی صفحہ ۳۷۳۔ بحوالہ الجوامع و تفسیر قمی)۔

اِسی لئے آیت میں عبدہٗ کے بجائے عبادہٖ یعنی "بندہ" کے بجائے "بندوں" کا لفظ استعمال کر کے رسولؐ کے ساتھ آلِ رسولؐ کو شریک کیا گیا ہے۔ (فصل الخطاب)۔

***

www.drhasanrizvi.org

محمد اقبال ... حنیفہ
ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں نے اس Holy Quran کے پارہ نمبر ۳۰ تیس کو حرفاً حرفاً
بغور پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے
اور زیر، زبر، پیش، جزم، وغیرہ درست ہیں۔
دوران طباعت اگر کوئی زبر، زیر، پیش، جزم، مد وغیرہ ٹوٹ جائے
تو اس کی ذمہ داری ہمارے ذمہ نہیں ہے۔

www.drhasanrizvi.org

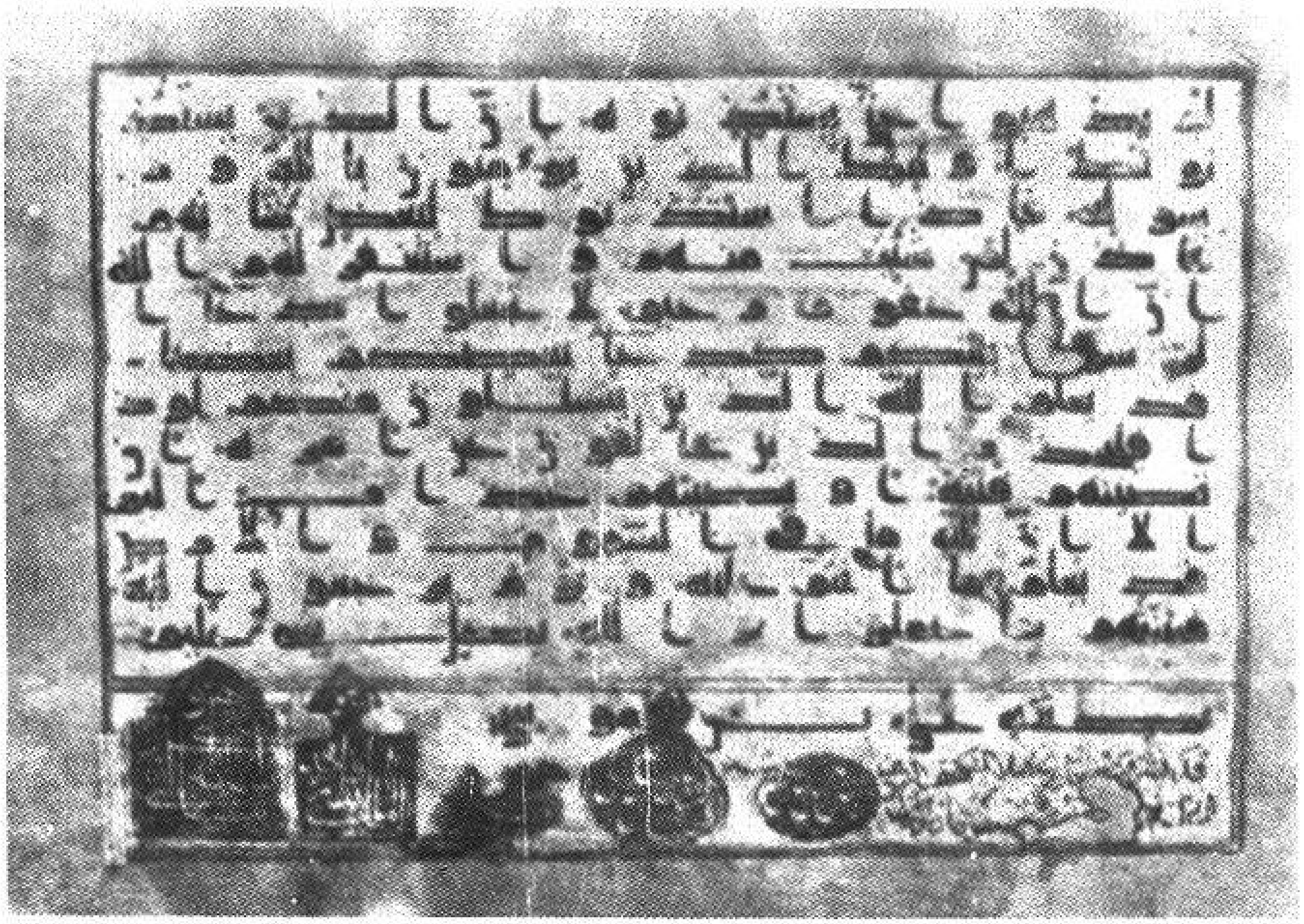

امام رضا علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید

نزولِ قرآن کا مقصد اور عبادت کی حقیقت

- ......" اور ہم نے قُرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟"

(القرآن: سورہ قمر: ۵۴۔۱۷)

- ......" یہ (قرآن) بڑی برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپؐ پر اُتارا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں"

(القرآن: سورہ ص: ۳۸۔۲۹)

- ......" تلاوت بغیر تدبّر، غور وفکر کے نہیں ہوتی"

(الحدیث)

- ......" عبادت یہ نہیں کہ تم کثرت سے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھے جاؤ اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کیے جاؤ۔ بلکہ عبادت یہ ہے کہ اللہ کے کاموں اور آیتوں پر غور وفکر کیا جائے۔"

(الحدیث)

- ......" ایک گھنٹہ غور وفکر کرنا ستر (۷۰) سال عبادت کرنے سے بہتر ہے"

(الحدیث)

میزان فاؤنڈیشن

اِسلامک ریسرچ سینٹر

عائشہ منزل چوک، فیڈرل بی ایریا نمبر ۶ شاہراہِ پاکستان، کراچی

0345-2443358

0315-8200311, 0321-8475550, 0300-4496512

Email: mz.foundation@hotmail.com

کتبہ: سیّد جعفر صادق

Printed by System Graphics Karachi

ایڈیشن: 2012-13